ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۴ جنوری ۱۹۵۷ء

ایک از مطبوعات انجمن خدام الدین ۔ لاہور

اللہ تعالےٰ کی نیک بندیاں

امام حافظ ابن عساکر کی اُستاد بیبیاں

یہ امام حدیث کے بڑے عالم ہیں۔ جن اُستادوں سے اُنھوں نے یہ علم حاصل کیا ہے اُن میں اسّی سے زیادہ عورتیں ہیں۔

فائدہ۔ افسوس ایک یہ زمانہ ہے کہ عورتیں دین کا علم حاصل کرکے شاگردی کے درجہ کو بھی نہیں پہنچتیں۔

امام یزید بن ہارُون کی لونڈی

یہ حدیث کے بڑے امام ہیں۔ اخیر عمر میں نگاہ بہت کمزور ہوگئی تھی۔ کتاب نہ دیکھ سکتے۔ اُن کی یہ لونڈی اُن کی مدد کرتی۔ خود کتابیں دیکھ کر حدیثیں یاد کرکے اُن کو بتلا دیا کرتی۔

فائدہ۔ سبحان اللہ اُس زمانہ میں لونڈیاں باندیاں عالم ہوتی تھیں۔ اب بیبیاں بھی اکثر جاہل ہیں۔ خدا کے واسطے اس دھبّہ کو مٹاؤ۔

ابن سماک کوفی کی لونڈی

یہ بزرگ اپنے زمانہ کے بڑے عالم ہیں۔ انھوں نے ایک دفعہ اپنی لونڈی سے پوچھا کہ میری تقریر کیسی ہے۔ اس نے کہا تقریر تو اچھی ہے مگر اتنا عیب ہے کہ ایک بات کو بار بار کہتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ میں اس لئے بار بار کہتا ہوں۔ کہ کم سمجھ لوگ بھی سمجھ لیں۔ کہنے لگی جب تک کم سمجھ سمجھیں گے سمجھدار گھبرا چکیں گے۔

فائدہ۔ کسی عالم کی تقریر میں ایسی گہری بات سمجھنا عالم ہی سے ہو سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لونڈی عالمہ تھی۔ بیبیو لونڈیوں سے تو کم مت رہو۔ خوب کوشش کرکے علم حاصل کرو۔ گھر میں کوئی مرد عالم ہو تو ہمت کرکے عربی بھی پڑھ لو۔ پورا مزا علم کا اسی میں ہے۔ تم کو تو لڑکوں سے زیادہ آسان ہے۔ کیونکہ کمانا دھمانا نہیں اطمینان سے اسی میں لگی رہو۔ رہا سینا پرونا وہ ہفتوں میں سیکھ سکتی ہو ساری عمر کیوں برباد کرتی ہو۔

ابن جوزی کی پھوپھی

یہ بزرگ بڑے عالم ہیں ان کی پھوپھی ان کو بچپن میں عالموں کے پڑھنے پڑھانے کی جگہ لے جایا کرتیں۔ بچپن ہی سے جو علم کی باتیں کانوں میں پڑتی رہیں ماشاء اللہ دس برس کی عمر میں ایسے ہو گئے کہ عالموں کی طرح وعظ کہنے لگے۔

فائدہ۔ دیکھو اپنی اولاد کے واسطے علم دین سکھلانے کا کتنا بڑا خیال تھا۔ وہ بڑی بوڑھی ہونگی خود لے گئیں تم اتنا تو کر سکتی ہو کہ جب تک وہ دین کا علم نہ پڑھ لیں انگریزی میں مت پھنساؤ بُری صحبت سے روکو اس پر تنبیہ کرو مکتب میں مدرسے میں جانے کی تاکید کرو اب تو یہ حال ہے کہ اوّل تو پڑھانے کا شوق نہیں اور اگر ہے تو انگریزی کا کہ میرا بیٹا تحصیلدار ہوگا۔ ڈپٹی ہوگا۔ چاہے قیامت میں دوزخ میں جائے اور ماں باپ کو بھی ساتھ لے جائے۔ یاد رکھو کہ سب سے مقدم دین کا علم ہے یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

امام ربیعۃ الرائےؒ کی والدہ

یہ بھی بڑے عالم ہوئے ہیں۔ امام مالکؒ اور حسن بصریؒ جو آفتاب سے زیادہ مشہور ہیں وہ دونوں ان ہی کے شاگرد ہیں۔ ان کے والد کا نام فروخ ہے۔ بنی اُمیّہ کے بادشاہی کے زمانہ میں وہ فوج میں نوکر تھے۔ بادشاہی حکم سے وہ بہت سی لڑائیوں پر بھیجے گئے۔ اس وقت یہ اپنی والدہ کے پیٹ میں تھے۔ ان کو ستائیس برس اس سفر میں لگ گئے۔ یہ پیچھے ہی پیدا ہوئے اور پیچھے ہی اتنے بڑے عالم ہوئے۔ چلتے وقت ان کے والد نے اپنی بی بی کو تیس ہزار اشرفیاں دی تھیں۔ اس عالی ہمت بی بی نے سب اشرفیاں ان کے پڑھانے لکھانے میں خرچ کر دیں۔ جب ان کے باپ ستائیس برس پیچھے لوٹ کر آئے تو بی بی سے اشرفیوں کو پوچھا انہوں نے کہا کہ سب حفاظت سے رکھی ہیں۔ اس عرصہ میں حضرت ربیعہ مسجد میں جاکر حدیث سُنانے میں مشغول ہوئے۔ فروخ نے جو یہ تماشہ اپنی آنکھ سے دیکھا کہ میرا بیٹا ایک جہان کا پیشوا ہو رہا ہے۔ مارے خوشی کے پھولے نہ سمائے۔ جب گھر لوٹ کر آئے بی بی نے پوچھا بتلاؤ تیس ہزار اشرفیاں زیادہ اچھی ہیں یا یہ نعمت۔ وہ بولے اشرفیوں کی کیا حقیقت ہے۔ جب اُنھوں نے کہا۔ میں نے وہ اشرفیاں اسی نعمت کے حاصل کرنے میں خرچ کر ڈالیں۔ انھوں نے نہایت خوش ہوکر کہا۔ کہ خدا کی قسم تو نے اشرفیاں ضائع نہیں کیں۔

فائدہ۔ دیکھا کیسی بیبیاں تھیں علم دین کی کیسی قدر جانتی تھیں کہ تیس ہزار اشرفیاں اپنے بیٹے کے علم حاصل کرنے میں خرچ کر ڈالیں۔ بیبیو تم بھی خرچ کی پرواہ مت کرنا۔ جس طرح ہو اولاد کو علم دین حاصل کرانا۔

امام بخاری کی والدہ اور بہن

امام بخاری کے برابر حدیث کا کوئی عالم نہیں ہوا۔ اُن کی عمر چودہ سال کی تھی جب انھوں نے علم حاصل کرنے کو سفر کیا۔ تو ان کی والدہ اور بہن خرچ کی ذمہ دار تھیں۔ فائدہ۔ بھلا ماں تو پیسے بھی خرچ دیا کرتی ہے مگر بہن جس کا رشتہ ذمہ داری کا نہیں ہے ان کو کیا غرض تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بیبیوں میں علم دین کا نام لیا اور یہ اپنا مال و متاع قربان کرنے کو تیار ہوگئیں۔ بیبیو تم کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

قاضی زادہ رومی کی بہن

یہ ایک بڑے مشہور فاضل ہیں۔ جب یہ روم کے اُستادوں سے علم حاصل کر چکے تو ان کو باہر کے عالموں سے علم حاصل کرنے کا شوق ہُوا اور چپکے چپکے سفر کا سامان کرنا شروع کیا۔ اُن کی بہن کو معلوم ہُوا تو اپنا بہت سا زیور اپنے بھائی کے سامان میں چھپا کر رکھ دیا اور خود ان سے بھی نہیں کہا۔ فائدہ۔ کیسی اچھی بیبیاں تھیں۔ نام سے کوئی غرض نہ تھی یوں چاہتی تھیں کہ کسی طرح علم قائم رہے۔ بیبیو علم کے قائم رکھنے کی مدد کرنا بڑا ثواب ہے۔ جو دین کے مدد سے ہیں۔ جس قدر آسانی سے مدد ممکن ہو ضرور خیال رکھو۔ حضرت کے زمانہ کی بیبیوں کے بعد یہ اُن دس عورتوں کے قصے بیان ہوئے جن کو علم حاصل کرنے کا شوق تھا۔

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد ۲ | یکم جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۴ جنوری سنہ ۱۹۵۷ء | شمارہ ۳۴۷

نقصان کی پوری تلافی ہو

حملہ آور سامراجی افواج سرزمین مصر سے واپس ہو چکی ہیں اور اقوام متحدہ کی حفاظتی فوج بھی جزیرہ نمائے سینائی سے صیہونی فوجوں کی پسپائی کے بعد وہاں پہنچ رہی ہے۔ تازہ خبروں کے مطابق مصری حکومت نے نہر کی صفائی کا کام نہایت سرعت سے شروع کر دیا ہے اور کوشش کی جا رہی ہے کہ کم از کم وقت میں آمد و رفت جاری ہو جائے۔

مصر اقوام متحدہ میں اس ضمن میں قرار داد پیش کر چکا ہے کہ حملہ آور افواج نے جو نقصان کیا ہے۔ اس کا معاوضہ پورے طور پر مصر کو ملنا چاہیئے۔ نیز نہر کو صاف کرانے کے اخراجات کی ذمہ داری کا سوال زیر غور ہے۔ کہ اس کی ادائیگی کون کرے۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اس قسم کی قرار داد مصر ہی کو پیش کرنی پڑی۔ بہت سے ممالک اس کی ہمدردی کا دم بھرتے ہیں لیکن وہ عملی طور پر ہمیشہ کھوٹے ثابت ہوئے ہیں۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ مسئلہ زیر غور یہ ہے کہ مصر فی الواقعہ تلافی نقصان کا حقدار ہے یا نہیں؟ مصر کے سانحات ابھی اذہان سے محو نہیں ہوئے ہر شخص جانتا ہے کہ اس زمانے میں جبکہ ہر ملک فوج کشی کو پسند نہیں کرتا۔ بین الاقوامی تنازعات کو سلجھانے کے لئے اقوام متحدہ موجود ہے۔ لیکن برطانیہ اور فرانس نے اندرونی سازش کے تحت چشم زدن میں ہزاروں نہتے شہریوں کو خاک و خون میں لوٹا دیا۔ سر بہ فلک عمارتیں اندھا دھند بمباری سے زمین بوس کر ڈالیں اور اس قدر مصر کو نقصان پہنچایا کہ اس کا اندازہ کرنا بھی دشوار ہے۔ حق و انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ حملہ آور ممالک سے پوری پوری جانی اور مالی نقصانات کی قیمت لی جائے۔ دنیا کے دوسرے ممالک اس امر سے غافل نہ رہیں کہ ۶ یا ۷ نومبر سنہ ۱۹۵۶ء والی قرار داد کے مطابق وہ ہر سہ سامراجی طاقتوں (برطانیہ۔ فرانس اور اسرائیل) کو وہ حملہ آور قرار دے چکے ہیں۔ دنیا کی بڑی طاقتوں امریکہ، روس اور چین وغیرہ سے امید ہے کہ وہ مصر کے مفاد کی پوری حمایت کریں گی۔ برطانیہ اور فرانس سے نقصان کی تلافی نہ کرانا ان کے کئے کو جائز قرار دینا ہے۔ اقوام متحدہ نے اگر مصر کے نقصان کی پوری تلافی کرا دی تو یہ ایک اچھی عالمی مثال ہوگی اور آئندہ کوئی تشدد پسند ملک پیش قدمی سے پہلے اپنا انجام سوچ لے گا۔

نقصان کی تلافی جلد از جلد اور ہر حالت میں ہونی چاہیئے۔ اگر برطانیہ اور فرانس نے پس و پیش کی تو مصر کو حق حاصل ہے کہ وہ سویز سے کوئی جہاز نہ گزرنے دے۔ جبتک کہ اس کے نقصان کی پائی پائی نہ وصول ہو جائے۔ اس طرح شام بھی تب تک پائپ لائنوں کی مرمت نہ کرائے۔ ان میں تیل نہ بہنے دے۔ جب تک اس کے حلیف ملک مصر کو نقصان کا معاوضہ نہیں ملتا ہم تو یہاں تک کہیں گے کہ سویز میں رکاوٹ سے جن ممالک کی اقتصادیات پر اثر پڑا ہے (مثلاً پاکستان) ان کی طرف سے بھی برطانیہ اور فرانس سے مکافات عمل کا مطالبہ ہونا چاہیئے۔

قول و فعل میں تضاد کیوں

ہمارے ملک میں گرانی اور قلت کی لہریں سردی کی لہروں سے شدید تر محسوس کی جا رہی ہیں۔ اشیاء ضروریہ کی قیمتیں عوامی پہنچ سے کہیں آگے نکل گئی ہیں۔ غریب اور متوسط طبقہ کے عوام کی تو قوت خرید ہی سلب ہو چکی ہے حکومت کی طرف سے یہ اعلامیہ چند روز پیشتر زینت اخبارات ہوا تھا کہ وہ بڑھتی ہوئی قیمتوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتی اور اس ضمن میں مناسب کارروائی کرے گی۔ لیکن ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

درآمد شدہ اشیاء کو تو جانے دیجئے۔ ملکی مصنوعات اور سامان خوردنی وغیرہ از حد گراں ہے۔ آج کل آٹا کھلے بازار سے غائب ہو گیا ہے۔ یا ناقص اور نہایت مہنگا ملتا ہے۔ چند روز سے لاہور میں مٹی کا تیل سو فیصدی سے بھی مہنگا ہے۔ اس قسم کے واقعات میں چھوٹے دکانداروں وغیرہ کا قصور نہیں۔ بلکہ چند ایک سرمایہ پرستوں کی بد دیانتی اور حکومت کی چشم پوشی کو دخل ہے۔ اس قسم کے قوم دشمن عناصر مصنوعی قلت پیدا کر کے قلیل عرصہ میں ناجائز منافع اندوزی کر لیتے ہیں اور جب تک اخبارات اُن کا نوٹس لیتے ہیں۔ ان کا مطلب پورا ہو چکا ہوتا ہے۔ آخر مٹی کا تیل کہاں گیا؟ اگر حکومت کو متوقع قلت کی پیش از وقت خبر تھی تو اس کا سد باب کیوں نہ کیا۔ عوام کو کیوں نہ خبردار کیا۔ اس کی کھپت میں کفایت شعاری کے لئے عوام سے کیوں نہ اپیل کی گئی۔ اور اگر حکومت اس بارے میں لاعلم ہے تو کیوں؟ قیمتوں کی نگرانی کے لئے اتنے محکمے عوامی سرمایہ پر کیوں پل رہے ہیں؟ اس تغافل کے جرم کا کون ذمہ دار ہے۔

ہم حکومت سے مؤدبانہ اپیل کرتے ہیں کہ فی الحقیقت عوام کے نزدیک انتخاب کا مسئلہ اہم نہیں کہ اس کے حسن و قبح کو کھنگالا جائے عوام سر دست منصوبہ بندی کے مسائل کو بھی سمجھنے سے عاری ہیں۔ اگر ان کے نزدیک فوری حل طلب مسئلہ ہے تو روٹی اور اُن کی روزمرہ کی ضروریات کا! اگر متذکرہ معاملات میں آپ کامیاب بھی ہوں۔ لیکن جب تک عوام کو فکر شکم پروری دامنگیر رہے گا۔ وہ آپ کی کامیابیوں پر ایک زیر لب مسکراہٹ سے زیادہ داد نہیں دے سکتے۔ خدا را اس طرف توجہ کیجئے اور کوشش کیجئے کہ عوام اس بارے میں مطمئن ہو جائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۲۴-جمادی الاول ۱۳۷۶ھ ۲۸-دسمبر ۱۹۵۶ء

دراصل دولت بُری چیز نہیں ہے

اِس کا جائز طریقہ سے کمانا اور صحیح مصرف میں صرف کرنا محمود ہے

ناجائز طریقہ سے کمانا اور بے جا خرچ کرنا بُری چیز ہے

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

چونکہ میرا مقصد بحمد اللہ تعالےٰ کتاب و سنۃ کی اشاعت ہے۔ اس لئے بدستور سابق آج بھی مذکورۃ الصدر عنوانات کو کتاب و سنۃ کی روشنی میں پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ مسلمان دُنیا کی زندگی کو صحیح اصول پر بسر کریں۔ اور دُنیا کی چند روزہ زندگی میں آخرت کی زندگی کو برباد کر کے نہ جائیں۔

جائز طریقہ سے مال حاصل کرنے کی اجازت

(وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۝) سورہ بقر رکوع ۳۸ پارہ ۳

ترجمہ اور (اے سود خوارو) اگر توبہ کر لو۔ تو اصل مال تمہارا تمہارے واسطے ہے۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔

آیت کا حاصل

یہ ہے۔ جو سود تم پہلے لے چکے ہو۔ اس کو اگر تمہارے اصلی مال میں محسوب کریں۔ اور اس میں سے کاٹ لیں۔ تو یہ تم پر ظلم ہے اور اگر ممانعت کے بعد کا باقی ماندہ سود تم مانگو تو یہ تمہارا ظلم ہے۔ لہٰذا تم اصلی قرض جتنی رقم لے سکتے ہو۔ تو معلوم ہوا کہ اگر صحیح طریقہ سے مال حاصل کیا جائے تو شرعاً کوئی جرم نہیں ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک سود خوار ساہوکار کا دس لاکھ روپیہ مقروضوں کے ذمہ ہو۔ تو شریعت اسے دس لاکھ روپیہ وصول کرنے کی اجازت دیدیگی۔

(وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ) الآیۃ سورہ النساء رکوع ۱ پارہ ۴

ترجمہ۔ اور یتیموں کی آزمائش کرتے رہو۔ یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔ پھر اگر ان میں ہوشیاری دیکھو۔ تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ یتیم بچے کا مال اگر کسی مسلمان کی تحویل میں تھا۔ تو جب وہ بچہ جوان ہو جائے تو اس کے باپ کا مال اس کے حوالے کر دو۔ وہ مال خواہ لاکھوں یا کروڑوں روپیہ ہو۔ تو بھی شریعت یتیم کی حمایت کر کے خود اسے دلا رہی ہے۔ لہٰذا یہ چیز واضح ہو گئی۔ کہ شریعت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ سچا مومن یا اصلی مسلمان فقط وہی ہو سکتا ہے جو مفلس اور قلاش ہو۔ اور جو کمائے خرچ کر دے۔ اپنے پاس ایک کوڑی بھی نہ رکھے۔

(وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۭ) الآیہ سورہ النور رکوع ۴ پارہ ۱۸

ترجمہ۔ اور تمہارے غلاموں میں سے جو لوگ مال دے کر آزادی کی تحریر چاہیں تو انہیں لکھ دو۔ بشرطیکہ ان میں بہتری کے آثار پاؤ۔ اور انہیں اللہ کے مال میں سے دو۔ جو اُس نے تمہیں دیا ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ آقا سے ولالت علی الخیر کر کے غلام کو مال دلوا رہا ہے۔ اگر مال واقع میں کوئی معیوب چیز ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کی سفارش کیوں فرماتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مال ذاتی طور پر کوئی بُری چیز نہیں ہے۔

مال کے صحیح طور پر خرچ کرنے کی اجازت

(لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰي حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّاۗئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ) الآیہ سورہ البقرہ رکوع ۲۲ پارہ ۲

ترجمہ۔ یہی نیکی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو۔ بلکہ نیکی تو یہ ہے۔ جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے۔ اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں اور اس کی محبت میں رشتہ داروں۔ یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں کو اور گردنوں کے چھڑانے میں مال دے۔ اور نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں عقائد صحیحہ کے ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ کی محبت میں چھ مدوں میں خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کی اجازت سے صحیح مدات میں مال خرچ کرنا محمود ہے۔

(وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۝) سورہ اللیل پارہ ۳۰

ترجمہ۔ اور اس آگ سے وہ بڑا پرہیزگار دُور رہے گا۔ جو اپنا مال دیتا ہے تاکہ وہ پاک ہو جائے۔ اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں۔ کہ جس کا بدلہ دیا جائے۔

حاصل

یہ نکلا کہ پرہیزگاروں کو بہشت میں داخل کرنے کا سبب ایک یہ بھی ہے۔ کہ وُہ محض اللہ تعالےٰ کو راضی کرنے کے لئے مال خرچ کرتے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہُوا کہ محض مال دار ہونا کوئی بُرائی نہیں ہے۔

(وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۭ) الآیہ سورہ المزمل رکوع ۲ پارہ ۲۹

ترجمہ۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھی طرح (یعنی اخلاص سے) قرض دو

حاصل

مالداروں کو زکوٰۃ دینے اور اللہ تعالےٰ کی راہ میں قرض حسن دینے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ کے مخلص اور سچے بندوں

کو مال رکھنا جائز ہی نہ ہوتا - تو زکوٰۃ اور قرض حسن کا کیسے حکم ملتا -

قرض حسن کا مطلب - پورے اخلاص سے اللہ کی راہ میں اس کے احکام کے موافق خرچ کرنا بھی اس کو اچھی طرح قرض دینا ہے (از حاشیہ شیخ الاسلام)

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا ۝ سورہ النساء رکوع ۶ پارہ ۵

ترجمہ - اگر اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے تو ان کا کیا نقصان تھا - اور اللہ کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے - اور اللہ کو ان کی خوب خبر

حاشیہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

"یعنی ان کافروں کا کچھ نقصان نہ تھا - اگر وہ بجائے کفر اللہ اور دن قیامت پر ایمان لاتے - اور بجائے بخل و ریا اللہ کی راہ میں مال کو خرچ کرتے - بلکہ ان کا سراسر نفع تھا - ضرر تو اس میں ہے جس کو وہ اختیار کر رہے ہیں - اور اللہ خوب جانتا ہے - کہ وہ کیا اور کس نیت سے کر رہے ہیں - اسی کا عوض ان کو ملے گا -"

حاصل

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کافروں کو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لانے کی ترغیب دینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے - اس سے ثابت ہوا کہ ایک انسان کا مالدار ہونا کوئی معیوب چیز نہیں ہے -

مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ سورہ البقرہ رکوع ۳۶ پارہ ۳

ترجمہ - ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں - ایسی ہے کہ جیسے ایک دانہ کہ اگائے سات بالیں - ہر بال میں سو سو دانے اور اللہ جس کے واسطے چاہے بڑھاتا ہے - اور اللہ بڑی وسعت والا جاننے والا ہے -

حاصل

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دے رہا ہے - اس سے معلوم ہوا کہ ایک مسلمان مال جمع کر سکتا ہے تاکہ جب ضرورت پیش آئے تو اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے -

مَن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ ۝ سورہ الحدید رکوع ۲ پارہ ۲۷

ترجمہ - ایسا کون ہے - جو اللہ کو اچھا قرض دے - پھر وہ اس کو اس کے لئے دگنا کر دے - اور اس کے لئے عمدہ بدلہ ہے -

حاشیہ شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

"قرض کے معنی یہ کہ اس وقت خرچ کرو جہاد میں - پھر تم ہی دولتیں برتو گے - اور یہی معنی دونے کے مالک ہیں اور غلام میں بیاج نہیں - جو دیا سو اس کا - اور جو نہ دیا سو اس کا -"

حاصل

اس آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جہاد میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں - اگر مال رکھنا ہی مسلمان کے لئے عیب ہوتا - تو پھر ترغیب دینے کا کوئی مطلب ہی نہیں تھا -

ناجائز طریقہ سے مال حاصل کرنے کی ممانعت

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ۝ سورہ النساء رکوع ۱ پارہ ۴

ترجمہ - بیشک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں - وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں - اور عنقریب آگ میں داخل ہونگے -

حاصل

یہ نکلا کہ یتیموں کا مال ناحق کھانے والے دوزخ میں جائیں گے - مال تو کوئی بری چیز نہیں ہے - جس طرح پہلے ثابت کیا جا چکا ہے - مگر یتیموں کا مال ناحق کھانا حرام ہے -

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ سورہ المائدہ رکوع ۶ پارہ ۶

ترجمہ - اور چور خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو - یہ ان کی کمائی کا بدلہ اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے - اور اللہ غالب حکمت والا ہے -

حاصل

یہ ہے کہ چور جو مال چوری کر کے لاتا ہے وہ مال تو حرام نہیں ہے مگر چور کا چوری کر کے لانا یہ فعل اس کا جرم ہے - اس جرم کی سزا ہاتھ کاٹنا تجویز کی گئی ہے -

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۝ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝ سورہ التطفیف پارہ ۳۰

ترجمہ - کم تولنے والوں کے لئے تباہی ہے - وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیں - تو پورا لیں - اور جب ان کو ماپ کر یا تول کر دیں - تو گھٹا دیں -

حاصل

یہ ہے کہ دوسرے کے مال کو ناجائز ذریعہ سے حاصل کر کے لانا جرم ہے -

ممانعت کا سبب

حرام کے ذریعہ سے مال حاصل کرنے کی ممانعت کا سبب یہ ہے کہ انسان جس قسم کی غذا کھائے - اسی قسم کے خیالات اس کے دل میں آتے ہیں - اگر غذا حلال ہے تو نیکی کی طرف بلانے والے کی آواز پر لبیک کہے گا - اور برائی کی طرف جانے سے طبیعت میں رکاوٹ ہوگی - اور اگر غذا حرام کی ہوگی تو خیالات کا رجحان بجائے نیکی کے برائی کی طرف زیادہ ہوگا - چونکہ لاہور میں آج کل دینی تعلیم نہ ہونے کے باعث طبیعتوں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں ہے - اور سوائے چند اللہ تعالیٰ کے نیک بندے جو ہر شعبہ میں پائے جاتے ہیں جو سرکاری عہدہ داروں میں بھی ہیں - زمینداروں میں بھی ہیں - تجارت پیشہ لوگوں میں بھی ہیں - دستکاروں میں بھی ہیں - ورنہ ہر شعبہ میں اکثریت ان لوگوں کی ہے - جو حرام خور ہیں - سرکاری ملازم ہیں - تو رشوت خوار ہیں - تجارت پیشہ ہیں - تو دھوکے باز ہیں - زمیندار ہیں تو غریبوں پر ظلم کرنے والے ہیں - ان حرام خوریوں کا نتیجہ کیا نکلا ہوا ہے - کہ لاہور کے اخباروں میں محتاط رپورٹ کے نام سے یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ لاہور میں پانچ ہزار اڈے زنا کے پرائیویٹ ہیں - یعنی یہ اڈے گھریلو ہیں - جو سرکاری سند یافتہ چکلوں کے علاوہ ہیں - اس بے حیائی کا سب سے بڑا سبب حرام خوری ہے - کیا انگریز کے راج میں اتنی رشوت ستانی تھی - جتنی اب ہے - کیا انگریز کے وقت میں سرکاری خزانے سے اتنا غبن ہوتا تھا - جتنا اب ہوتا ہے - کیا اس غبن کی مقدار لاکھوں تک نہیں پہنچتی - کیا یہ پبلک کے خون پسینہ کی کمائی ٹیکسوں کے ذریعہ ملک کی اصلاح کے نام سے جمع نہیں کی جاتی - آپ کو یاد ہوگا کہ لاہور کے ایک موقر جریدہ نے لکھا تھا - کہ حکومت پاکستان کے وزرا اور اعلیٰ حکام کے سرکاری بنکوں میں جمع شدہ روپے کا جائزہ

لینا چاہئے۔ کہ اس عہدہ پر فائز ہونے سے پہلے بنک میں ان کا کتنا روپیہ تھا اور اب کتنا ہے۔

زبانِ خلق نقارہ الٰہی است

کیا اسی مشہور مقولے کی بناء پر لاہور کی گلبرگ آبادی کے متعلق ٹانگے والوں کی زبان پر یہ لفظ نہیں ہیں کہ رشوت پورہ سے سواریاں لایا ہوں۔ یا رشوت پورہ سواریاں لے کر جا رہا ہوں۔ اور کیا لاہور کے دنیاداروں کے متعلق یہ فقرہ عام طور پر استعمال نہیں کیا جاتا۔ کہ "زنا تو ایک فیشن ہو گیا ہے" یعنی زنا کرنے والے بھی فیشن ایبل اور کرانے والیاں بھی فیشن ایبل۔ میرے بھائیو۔ جب کوئی قوم اتنی مسخ ہو جائے۔ کہ برائی اور بے حیائی کو برا ہی نہ سمجھے۔ بلکہ اسے اپنا فیشن یعنی تمدن بنالے وہ قوم دنیا میں زندہ رہنے کے قابل ہے؟ کیا لوط علیہ السلام کی قوم میں یہی مرض نہیں تھا۔ کہ انہوں نے بدمعاشی کو فیشن بنا لیا تھا۔

وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنكَرَ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ سورہ العنکبوت رکوع ۳ پ ۲۰

ترجمہ۔ اور اپنی بھری مجلس میں نامعقول حرکت کرتے ہو۔ سو ان کی قوم کا جواب بس یہ تھا کہ ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

ناجائز طریقہ پر خرچ کرنے والے

وَالَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ۗ وَمَن يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا ۝

سورہ النساء رکوع ۶ پارہ ۵

ترجمہ۔ اور جو لوگ اپنے مالوں کو دکھانے میں خرچ کرتے ہیں اور اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے۔ اور جس کا شیطان ساتھی ہوا تو وہ بہت برا ساتھی ہوا۔

میں یہ نہیں کہتا

کہ کلمہ گو مسلمان کا اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان نہیں ہے۔ ہاں جس طرح ایک کافر محض لوگوں کو اپنی شان دکھانے اور لوگوں سے شاباش لینے کے لئے مال خرچ کرتا ہے اسی طرح عام طور پر مسلمان بھی اس ریا کے مرض میں مبتلا ہیں۔ شادی کے موقعہ پر یا حکام کی دعوتوں کے موقعہ پر اکثر محض نام و نمود کے لئے زردہ۔ پلاؤ۔ قورمہ۔ ساگ گوشت فیرینی۔ روغنی نان وغیرہ کھانے بافراط پکائے جاتے ہیں۔ کہ ۸ بجے صبح سے کھانے والوں کا تانتا شروع ہوتا ہے۔ اور ۲-۳ بجے تک بمشکل ان کی آمد ختم ہوتی ہے۔ اور ان کھانے والوں میں یتامیٰ مساکین وغیرہ مستحقین تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔ ہاں بچا کھچا کھانا جس طرح بھنگی کو دیا جاتا ہے اسی طرح شاید کوئی مسکین بھیک مانگنے والا بھی لے جائے۔

ریا شرک ہے

برادرانِ اسلام۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

ان اخوف ما اخاف علی امتی الشرک الاصغر قالوا یا رسول اللہ وما الشرک الاصغر قال الریاء؟

ترجمہ۔ بیشک مجھے اپنی امت کے متعلق سب سے بڑا خطرہ چھوٹے شرک کا ہے۔ لوگوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹا شرک کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ریاء یعنی دکھلاوا۔

کھانے کے علاوہ

مسلمان بیٹیوں کو جہیز دیتے ہیں تو دکھلاوے کے لئے۔ اسی لئے تو بیٹی کا جہیز نمائش کے لئے پھیلا کر دیتے ہیں۔ رخصتی کے وقت پلنگ پر بستر بچھا ہوا ہوتا ہے بلکہ رکھا ہوا ہوتا ہے۔ نئے قلعی شدہ برتن دو دو تین تین کرکے مزدوروں کی ٹوکریوں میں رکھ کر ان کے سروں پر اٹھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ سب نمائش اس لئے کی جاتی ہے۔ تاکہ سب لوگ دیکھ کر لڑکی والوں کی تعریف کریں۔ کہ انہوں نے بڑا جہیز دیا ہے۔ اور یہی شرک اصغر ہے۔

حاصل

لڑکی کی شادی کا حاصل یہ نکلا کہ دولھا لڑکی بھی لے گیا۔ سسرال کا گھر بھی لوٹ کر لے گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ناراض ہو گئے۔ حضور انور کی ناراضگی کے باعث اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہو گیا۔ گویا دنیا کا خسارہ بھی اٹھایا اور عاقبت بھی لڑکی والوں کی برباد ہو گئی۔ پاگل اس کو شادی کہتے ہیں اور خدا پرست اسے بربادی کہتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

احادیث کی شہادت

۱۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من یوم یصبح العباد فیہ الا ملکان ینزلان فیقول احدھما اللھم اعط منفقا خلفا ویقول الآخر اللھم اعط ممسکا تلفا۔ متفق علیہ

ترجمہ۔ ابی ہریرہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بندوں پر کسی دن کی کوئی صبح نہیں ہوتی۔ مگر دو فرشتے (آسمان سے) اترتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے۔ اے اللہ (تیری راہ میں) خرچ کرنے والے کو اور دے۔ اور دوسرا کہتا ہے۔ اے اللہ (تیری راہ میں) خرچ نہ کرنے والے کا مال برباد کر۔

حاصل

یہ کہ مالداروں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی تلقین کی جا رہی ہے۔ اگر شرعاً مال جمع کرنا ہی ممنوع ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب کس طرح دی جاتی۔

۲۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ انفق یا ابن آدم انفق علیک۔ متفق علیہ

ترجمہ۔ ابی ہریرہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے آدم کے بیٹے (میری راہ میں) خرچ کر۔ میں تم پر خرچ کروں گا۔ (یعنی خرچ کئے ہوئے مال کا بدلہ دوں گا)

۳۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم السخی قریب من اللہ قریب من الجنۃ قریب من الناس بعید من النار والبخیل بعید من اللہ بعید من الجنۃ بعید من الناس قریب من النار ولجاھل سخی احب الی اللہ من عابد بخیل رواہ الترمذی

ترجمہ۔ ابی ہریرہ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سخی اللہ سے قریب ہے۔ بہشت سے قریب ہے۔ لوگوں سے قریب ہے۔ دوزخ سے دور ہے۔ اور بخیل اللہ سے دور ہے۔ بہشت سے دور ہے۔ لوگوں سے دور ہے۔ دوزخ سے قریب ہے۔ اور البتہ جاہل سخی اللہ کو زیادہ پیارا ہے عابد بخیل سے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۶۴)

مجلس ذکر

منعقدہ ۲۳ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ مطابق ۲۷ر دسمبر ۱۹۵۶ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

ایمان کامل کی علامت

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد۔ عرض یہ ہے کہ ذکر جہر کا مقصد یہ ہے کہ تمام خیالات ایک جگہ بند ہو جائیں۔ نہ ذکر زیادہ بلند آواز سے کرنا چاہیئے اور نہ بہت آہستہ۔ بعض نووارد آ جاتے ہیں جن کو اس بات کا علم نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ بہت زیادہ بلند آواز سے ذکر کرنے لگتے ہیں۔ تربیت یافتہ احباب کا فرض ہے کہ ان کو روک دیا کریں۔ اور آہستہ سے کان میں ان سے کہہ دیں کہ اتنا زور نہ لگائیں۔ ایک دفعہ صحابہ کرام بلند آواز سے ذکر کر رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بہرے کو تو نہیں سنا رہے۔

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ مجلس ان احباب کے لئے ہے۔ جن کی اصلاح باطن کی خدمت میرے دونوں مربیوں کی دعا کی برکت سے اللہ تعالےٰ نے اس گنہگار کے ذمہ ڈال دی ہے۔ جیسے کوئی بھی ماں آخر اپنے بچوں کی پرورش کرتی ہے۔ گنہگار ہونے کے باوجود مجھے یہ خدمت سرانجام دینی ہی پڑتی ہے۔ جبتک میرے دونوں مربی زندہ رہے تو میں جن کو بیعت ہونی تھی ان کے پاس بھیج دیا کرتا تھا۔ سورج کے مقابلہ میں ایک ٹمٹماتے چراغ کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ میں جو کچھ عرض کیا کرتا ہوں اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ میں پاکباز ہوں اور آپ گنہگار ہیں۔ ممکن ہے کہ میں آپ سب سے زیادہ گنہگار ہوں دعا کریں کہ میرے بزرگوں کی دعا کی برکت سے اللہ تعالےٰ نے یہ جو نعمت عطا فرمائی ہے۔ اس کو قائم رکھے اور وہ میری مغفرت فرمائے آمین۔ میں اپنے آپ کو ایسے شخص سے بھی اچھا نہیں سمجھتا جو بظاہر شریعت کا مخالف ہے میں جو کچھ عرض کیا کرتا ہوں وہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے عرض کیا کرتا ہوں۔ اگر آپ کی اصلاح باطن ہو گئی تو آپ کے اعمال صالحہ کی برکت سے میری بھی نجات ہو جائے گی۔ منبر پر اور درس پر میری کچھ اور حیثیت ہوتی ہے۔ وہاں میں جو کچھ عرض کیا کرتا ہوں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری امت کو پیش نظر رکھ کر عرض کیا کرتا ہوں۔ یہاں میری حیثیت کچھ اور ہے۔ یہاں میں جو کچھ عرض کیا کرتا ہوں وہ ان احباب کی رہنمائی کے لئے ہوتا ہے۔ جن کا اس گنہگار سے بیعت کا تعلق ہے۔ یہ مجلس انہیں احباب کے لئے منعقد کی جاتی ہے۔ دوسرے احباب بھی آ جاتے ہیں۔ ہم کسی کو روکتے نہیں۔ اللہ کا نام ہی لیتے ہیں۔ جس کا دل چاہے شریک ہو جائے۔

یہ تو تمہید ہی تھی۔ آج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبْعًا لِمَا جِئْتُ بِہٖ (رواہ فی شرح السنۃ)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (پورا) مومن نہیں ہو سکتا۔ جبتک کہ اسکی خواہشات اس چیز کے تابع نہ ہو جائیں۔ جس کو میں (خدا کی طرف) سے لایا ہوں)

بعض شراح حدیث اس ارشاد نبوی کے ماتحت ایمان مطلق کی نفی کرتے ہیں اور بعض ایمان کامل کی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (سورہ آل عمران رکوع ۴ پ ۳)

ترجمہ:۔ (ان سے) فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو تاکہ تم سے اللہ محبت کرے)

حضورؐ کے ارشاد میں بھی اور اس آیت میں بھی اتباع کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے تبعا اور اتباع ایک ہی چیز ہے۔

اتباع کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ ایک اتباع بطیب خاطر اور خوشی سے ہوتا ہے۔ اس اتباع کی وجہ سے طبیعت میں سرور پیدا ہوتا ہے جو شریعت میں آئے اس کے خلاف دل میں خیال بھی نہ آنے پائے۔ یہ نعمت سب سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ کو اللہ تعالےٰ نے عطا فرمائی۔ ایک دفعہ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ میں کچھ ترش کلامی ہو گئی تو حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو ڈانٹا کہ جب تم سب نے میری تکذیب کی تو اس نے میری تصدیق کی۔ تم اس کو بھی نہیں چھوڑتے۔ صدیق اکبرؓ کو حضورؐ کے کسی ارشاد پر کبھی شک ہی نہیں ہوا اسی لئے تو وہ صدیق ہیں۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضورؐ کو جسمانی معراج نصیب ہوا۔ آپؐ اس جسد اطہر سمیت عرش معلّٰی تک تشریف لے گئے۔ صبح کو جب آپؐ نے واقعہ معراج کا ذکر فرمایا تو ایک کافر نے صدیق اکبرؓ سے کہا کہ آج تمہارے یار نے نیا دعوےٰ کیا ہے صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ اگر حضورؐ نے فرمایا ہے تو بالکل ٹھیک فرمایا۔ "اگر" اس لئے فرمایا کہ راوی کافر ہے۔ قریش میں بڑے بڑے آدمی موجود تھے۔ سب نے واقعہ معراج کے متعلق شک و شبہ کا اظہار کیا۔ اسی لئے تو انہوں نے قریش کے قافلوں اور بیت المقدس کے متعلق آپؐ سے سوالات پوچھنے شروع کر دیئے۔ لیکن صدیق اکبرؓ کو کبھی شک ہی نہیں ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بیت المقدس کی عمارت کے متعلق جب کفار نے مجھ سے سوالات کئے تو میں حیران تھا کہ ان کو کیا جواب دوں اللہ تعالےٰ نے عمارت کو میرے سامنے کھڑا کر دیا۔ میں دیکھ کر ان کے سوالات کا جواب دیتا جاتا تھا۔ معراج کا واقعہ بظاہر کتنا بعید از قیاس ہے۔ لیکن صدیق اکبرؓ کو کبھی شک نہیں ہوا۔ سب سے پہلے یہ شرف صدیق اکبرؓ کو نصیب ہوا۔ اللہ تعالیٰ

قادر ہے۔ وہ چاہے تو سب کو یہ نعمت عطا کر سکتا ہے۔ ایک عاشق اپنے معشوق کا پورا پورا اتباع کرتا ہے۔ ماں عاشق اور بچہ معشوق ہوتا ہے۔ بچہ جب روٹھ جاتا ہے تو ماں ایک چیز لا کر دیتی ہے۔ وہ اٹھا کر پھینک دیتا ہے تو دوسری لا کر دیتی ہے غرضیکہ وہ ہر ممکن کوشش کرتی ہے۔ اس کو راضی کرنے کی۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح راضی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

۲۔ جبر سے اتباع کرنا۔ ایک دن آدھی رات کو میں سویا ہوا تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے دروازہ کھولا تو معلوم ہوا کہ ایک نوجوان اور دو اور آدمی ایک مقدمہ لے کر آئے ہیں۔ لڑکا اور اس کی والدہ جمعہ میں ہاتھ اٹھا گئے تھے کہ ہم شادی کے موقعہ پر باجے نہیں بجائیں گے۔ وہ دونوں اس پر قائم ہیں۔ لڑکی والے مصر ہیں کہ باجا ضرور آئے۔ دونوں نے کہا کہ لڑکے کے دادا کی خواہش ہے کہ میں ان کو باجا بجانے کی اجازت دے دوں۔ لاہوری اکثر نکاح پہلے کر لیتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ نکاح ہو چکا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔ میں نے پھر ان سے کہا کہ لڑکی والوں کو کہلا بھیجو کہ ابھی رہنے دو۔

جب باجوں کی نفی کرو گے تو لڑکی لے جائیں گے۔ لڑکی والوں اور لڑکے کے دادا نے بجبر شریعت کا اتباع کیا۔ لڑکے اور اس کی والدہ نے بطیب خاطر کیا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کو یہ چیز حاصل تھی کہ انہوں نے اپنی خواہشات نفسانی کو شریعت کے تابع کر رکھا تھا

حضرت حنظلہؓ ایک مخلص صحابی تھے۔ ان کا واقعہ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

عَنْ حَنْظَلَۃَ بْنِ الرَّبِیْعِ الْاُسَیْدِیِّ قَالَ لَقِیَنِیْ اَبُوْبَکْرٍ فَقَالَ کَیْفَ اَنْتَ یَا حَنْظَلَۃُ قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَۃُ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ مَا تَقُوْلُ کُنَّا نَکُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُذَکِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّۃِ کَاَنَّا رَأْیُ عَیْنٍ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّیْعَاتِ نَسِیْنَا کَثِیْرًا قَالَ اَبُوْبَکْرٍ فَوَاللّٰہِ اِنَّا لَنَلْقٰی مِثْلَ ھٰذَا فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَاَبُوْبَکْرٍ حَتّٰی دَخَلْنَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَۃُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَا ذَاکَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نَکُوْنُ عِنْدَکَ تُذَکِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّۃِ کَاَنَّا رَأْیُ عَیْنٍ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِکَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّیْعَاتِ نَسِیْنَا کَثِیْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰی مَا تَکُوْنُوْنَ عِنْدِیْ وَفِی الذِّکْرِ لَصَافَحَتْکُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ عَلٰی فُرُشِکُمْ وَفِیْ طُرُقِکُمْ وَلٰکِنْ یَا حَنْظَلَۃُ سَاعَۃً وَّسَاعَۃً ثَلٰثَ مَرَّاتٍ (رواہ مسلم)

(ترجمہ)۔ حضرت حنظلہ بن الربیع الاسیدی سے روایت ہے۔ کہا مجھ سے حضرت صدیقؓ ملے۔ پس انہوں نے فرمایا۔ اے حنظلہ تیرا کیا حال ہے؟ میں نے کہا حنظلہ منافق ہو گیا۔ ابوبکرؓ نے کہا پاک ہے اللہ حنظلہ کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے کہا جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں اور آپؐ ہم کو نصیحت کرتے ہیں اور دوزخ و جنت کا ذکر فرماتے ہیں تو ہم کو ایسا محسوس ہوتا ہے۔ گویا دوزخ و جنت کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر جب ہم آپؐ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں اور بی بی بچوں اور زمینوں اور باغوں کے مشاغل میں گھر جاتے ہیں تو ان باتوں سے ہم بہت سی بھول جاتے ہیں۔ ابوبکرؓ نے کہا خدا کی قسم ہماری بھی یہی حالت ہے۔ پس میں اور ابوبکرؓ دونوں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ حنظلہ منافق ہو گیا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا اس کا کیا سبب ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ جب ہم آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ ہم کو نصیحت فرماتے اور ہمارے سامنے دوزخ و جنت کا ذکر کرتے ہیں تو ہم ایسا محسوس کرتے ہیں۔ گویا دوزخ و جنت کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر جب آپ کے پاس سے چلے جاتے اور بیوی بچوں زمینوں اور باغوں کے جھگڑوں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو ہم (نصیحت کی) بہت سی باتوں کو بھول جاتے ہیں (یہ سنکر) آپؐ نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم ہمیشہ اس حال میں رہو۔ جس حال میں کہ میرے پاس رہتے ہو اور خدا کی یاد میں لگے رہو تو البتہ تم سے فرشتے مصافحہ کریں۔ تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں پر لیکن حنظلہ یہ ایک ساعت ہے اور ایک ساعت۔ تین بار آپ نے یہ الفاظ فرمائے یعنی ایک ساعت حضور قلب کی ہوتی ہے اور ایک ساعت غفلت و مشاغل دنیا کی اور یہ حالت نفاق کی نہیں ہے۔

ہم سب یہاں اصلاح حال کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ یا رسول اللہؐ کی طرف سے جو حکم آئے اس کو بلا چون و چرا ماننے کی ہم کو اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرمائے یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ دل کتاب و سنت کے تابع ہو جائے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اگر ساری دنیا کے بادشاہ۔ وزراء۔ عقلاء اور سائنسدان اکٹھے ہو کر یہ کہیں کہ تمہارے قرآن میں فلاں فقرہ غلط ہے تو اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ایسا ایمان عطا فرمائے کہ ہم ان سب کو یہ کہہ سکیں کہ تم سب جھوٹے ہو۔ ہمارا اللہ تعالےٰ سچا ہے۔ اگرچہ ہم میں اتنی قابلیت نہیں کہ ہم تم کو سمجھا سکیں۔ اس طرح ایمان بچ سکتا ہے۔ ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے ادھر مرزا صاحب اور ادھر منکر حدیث کھڑے ہیں۔

دین کا منبع کتاب و سنت ہیں۔ اسی لئے حضور نے فرمایا

عَنْ مَالِکِ بْنِ اَنَسٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّۃَ رَسُوْلِہٖ (رواہ فی الموطا)

ترجمہ۔ حضرت بن انسؓ سے بطریق مرسل روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان کو مضبوط پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔ (وہ دو چیزیں ہیں) اللہ تعالےٰ کی کتاب (قرآن مجید) اور (اس کے رسول کی سنت

مَا جِئْتُ بِہٖ میں قرآن مجید اور احادیث دونوں چیزیں آتی ہیں

اب تک جو کچھ میں نے عرض کیا۔ وہ تو علمی نکتہ نگاہ سے عرض کیا ہے۔ اب عملی

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

اسلام کی سیڑھی

(از جناب چودھری قطب الدین صاحب حکیم حاذق مبلغ اسلام ملتان چھاؤنی)

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ امّابعد۔

برادرانِ اسلام۔ میں نے آج آپ کی خدمت میں اسلام کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے وہ یہ کہ اسلام کو آپ مثال کے طور پر ایک مکان تصوّر فرمالیں اور آپ کے دل میں اگر یہ خیال پیدا ہو جائے کہ ہم نے مکان کے اُوپر چڑھنا ہے تو فوراً آپ کے دل میں سیڑھی کا خیال آئے گا۔ کیونکہ آدمی سیڑھی کے بغیر مکان پر چڑھ ہی نہیں سکتا اسی طرح آدمی اسلام کی دولت کو حاصل نہیں کرسکتا۔ تاوقتیکہ آدمی اسلام کے بنیادی اصولوں کو نہ اپنالے۔

آپ کو معلوم ہے کہ سیڑھی کے پائے دان ہوتے ہیں۔ اسی طرح اسلام کے بھی پائے دان ہوتے ہیں۔ اور دُنیاوی سیڑھیوں کے پائے دان یکساں نہیں ہوتے۔ کسی کے دس کسی کے پندرہ پائے دان ہوتے ہیں۔ لیکن اسلام کی سیڑھی کے پائے دان یکساں ہیں اور تعداد میں پانچ ہیں۔ عرب ہو یا عجم۔ چین ہو یا جاپان۔ ایران یا توران۔ پاکستان ہو یا افغانستان۔ آپ جہاں پر بھی تشریف لے جائیں گے۔ آپ کو اسلام کی سیڑھی کے پائے دان پانچ ہی ملیں گے۔ اور ہر قوم ہر فرقے کا ان پر اتفاق ہے بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔

ایک پنجابی عارف نے کہا ہے۔

فقیرا فقیری دُور ہے جتنی لمبی کھجور ہے
چڑھ جائیں تو کھائیں پریم رس گر جائیں تو چکنا چور ہے

اس کا مطلب یہ ہُوا کہ اگر انسان اسلام کے پختہ مکان پر چڑھ جائے جو کبھی فنا ہونے والا نہیں تو اللہ تعالےٰ اپنی لازوال نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے اور دین و دنیا میں کامیاب فرما دیتا ہے۔ دین اور دنیا میں کامیاب ہونے کی جزا جنّت ہے اور جو آدمی بقول عارف گر کر چکنا چور ہوگیا۔ اس کی دُنیا بھی خراب وخستہ ہوگئی اور آخرت کو عذاب الیم سے دوچار ہونا پڑے گا۔ جس سے کبھی نجات ہی نہیں ملے گی۔ اللہ تعالےٰ ہر ایک مسلمان کو اس عذاب سے بچائے۔ آمین۔

اب میں اسلام کی سیڑھی کے پائے دانوں کے نام پیش کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہیں کہ اول کلمہ توحید دوم پنجگانہ نماز سوئم سال بھر میں رمضان شریف کے روزے چہارم سال کے بعد اپنے جمع شدہ مال پر زکوٰۃ۔ پنجم عمر بھر میں ایک دفعہ بیت اللہ شریف کی زیارت یعنی حج، ان پانچ پائے دانوں کو صدق دل سے عبور کرنے والا انسان اسلام کے مکان پر چڑھ سکتا ہے۔ یعنی مکمل مسلمان ہو سکتا ہے اگر ان میں سے ایک کو بھی باوجود استطاعت کے چھوڑ دیگا تو مکمل مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالےٰ ہر ایک مسلمان کو ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

اب میں قرآن کی نظر میں ان پائے دانوں کا ثبوت پیش کرنا چاہتا ہوں۔ (۱) کلمۂ توحید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ کے رسول ہیں۔ مطلب یہ ہُوا کہ جب انسان یہ اقرار کر لیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو اس سے تمام قسم کی عبادتیں خواہ وہ کسی قسم کی عبادت کیوں نہ ہو صرف اللہ ہی کے لئے کرنی واجب ہو جاتی ہے۔ لَآ کا لفظ سوائے خدا کے سب کی نفی کر دیتا ہے۔ خواہ وہ پیر ہو یا مرشد۔ غوث ہو یا قطب ہو پیغمبر ہو یا رسول ہو کسی کے لئے بھی عبادت نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی انسان اس کے خلاف کرے گا تو وہ مشرک ہوگا اور مشرک کی سزا آپ جانتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہر قسم کا گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ چاہے گا تو بخش دے گا لیکن شرک نہیں بخشے گا۔ کیونکہ اس میں غیرت کا سوال پیدا ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر سمجھ لیجئے کہ ایک آدمی کے حق میں ایک غیر عورت صرف ایجاب قبول کرنے سے آجاتی ہے اور وہ آدمی عورت کا خاوند بن جاتا ہے۔ اگر خدانخواستہ وہ عورت کسی غیر مرد کے ساتھ کوئی تعلق یا واسطہ پیدا کرلے تو کیا اس کا خاوند اس سے خوش ہوگا اور عورت کو اس کا فعل معاف کر دے گا۔ یا اسے ایسا کرنے کی اجازت دے گا۔ کوئی غیور انسان ایسا ہرگز نہیں کر سکتا۔ حالانکہ وہ نہ اس کا خالق ہے نہ مالک اور نہ ہی اس کا وہ رازق ہے۔ لیکن وہ صرف نکاح کی وجہ سے عورت کے کسی غیر آدمی کے ساتھ تعلق رکھنے کو گوارا نہیں کرسکتا۔ لیکن وہ احسن الخالقین اور خیر الرازقین جو انسان کو خلقت سے لے کر موت تک کھانے پینے اور پہننے کو دیتا ہے اور ہر وقت انسان کی محافظت کرتا ہے۔ وہ بھلا غیر کی پوجا کو کس طرح برداشت کرسکتا ہے۔ اور قانون الٰہی کی خلاف ورزی کرنے والے کو کیونکر معاف کرے گا۔ کیونکہ وہ تو غیور ہے۔ عبادت خواہ کسی قسم کی کیوں نہ ہو۔ خواہ سجدہ کی صورت میں خواہ وظائف کی صورت میں خواہ خیرات کی صورت میں، مقصد یہ ہے کہ جس میں تقرب اِلی اللہ مقصود ہو۔ وہ عبادت ہوتی ہے اور وہ کسی غیر کے لئے کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔ جب یہ بات سمجھ میں آجائیگی تو بس اسلام کی سیڑھی کے پہلے پائے دان پر مضبوطی سے پاؤں رکھا گیا اور پھر یہ کسی طرح ڈگمگا نہیں سکتا۔

لیکن عمل اس کے برعکس کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو شرک جیسی لعنت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

(۲) اسلام کی سیڑھی کا دوسرا پائے دان نماز ہے جب انسان نے اللہ تعالےٰ کو معبود حقیقی مان لیا تو اس کے لئے اپنے معبود کی پرستش یا عبادت کا کوئی طریقہ مقرر ہونا لازمی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کے ذریعہ سے ہمیں اپنی پرستش کا طریقہ بتایا۔ جسے ہم نماز کہتے ہیں۔ نماز پڑھنے کا نمونہ اور طریقہ ہمیں ہمارے نبی محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلّم نے خود عملاً بتایا اس لئے ہمارے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے عمل کی اتباع لازمی ہے۔ یعنی جو حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے دیا اس پر عمل پیرا ہونا ہمارا فرض ہے۔ اگر کوئی شخص حضورؐ کے دیئے ہوئے نمونہ کے خلاف عبادت کرے گا۔ تو وہ عبادت درگاہِ ایزدی میں مقبول نہیں ہوگی۔ قابلِ قبول وہی نماز ہو سکتی ہے۔ جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے خود پڑھی اور اپنی امت کو پڑھنے کا حکم دیا۔ حضورؐ کی مخالفت کرنے والوں کو قیامت کے دن پتہ چلے گا۔ اس لئے ہمیں قبر میں جانے سے پہلے ہی نبیؐ کی قدر کو جاننا چاہیئے اور آپؐ کے احکام پر بعینہٖ عمل کرنا چاہئے جیسے حضورؐ نے خود کیا۔

اب نماز کا حکم قرآن کی زبانی ملاحظہ فرمائیے۔ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ پارہ ۲۱ سورہ روم رکوع

ترجمہ۔ نماز کو قائم کرو اور مشرک نہ بنو۔ وہ مشرک جنہوں نے دین کو ٹکڑے کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے بے نماز کی سزا دوزخ مقرر فرمائی ہے۔ جو کہ قرآن سے ثابت ہے ارشادِ باری تعالیٰ ملاحظہ ہو۔

کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ رَھِیْنَۃٌ ۝ اِلَّا اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِ ۝ فِیْ جَنّٰتٍ یَتَسَآءَلُوْنَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ ۝ مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ ۝ قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ ۝

سورہ المدثر رکوع ۲ پارہ ۲۹

ترجمہ۔ ہر ایک نفس اپنے گناہ کے سبب دوزخ میں جائے گا۔ اور جنّتی لوگ ان کو کہیں گے کہ تم دوزخ میں کیوں آ گئے۔ تو وہ جواب دیں گے کہ ہم دُنیا میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔ جس کی سزا میں ہمیں دوزخ میں آنا پڑا۔

اس آیت سے صاف طور پر ان کا اپنا اقرار ثابت ہے کہ وہ کہینگے کہ ہم بے نماز ہونے کی وجہ سے دوزخ میں آئے ہیں۔ اس سے معلوم ہُوا کہ اسلام کی سیڑھی کے ہر پائے دان پر صدقِ دل سے پاؤں رکھنا ضروری اور فرض ہے۔ اگر کوئی شخص ان پانچ پائے دانوں میں سے کسی ایک کو بھی دانستہ چھوڑ دیگا تو وہ اسلام کے پختہ مکان پر نہیں چڑھ سکتا یعنی وہ یقیناً گر جائے گا۔ اگر خدا نخواستہ گر گیا تو پھر یوں خیال کر لیجئے کہ نیچے دوزخ کا گڑھا ہے اپنے آپ اس میں گر جائیگا۔ آپ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا اسی کو توکہتے ہیں۔ اس وقت نماز کی قدر معلوم ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو نماز قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

۳۔ اسلام کی سیڑھی کا تیسرا پائے دان روزہ ہے۔ جس طرح مسہل سے ڈاکٹر اور حکیم مریض کے معدہ کو صاف کر کے پھر اصل مرض کا علاج شروع کرتے ہیں تاکہ معدہ میں کسی قسم کی غلاظت باقی نہیں رہ جائے اس لئے دوا کا اثر بہت جلد ہوتا ہے اور مریض جلدی اچھا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح روزہ سے بھی نفس کا تزکیہ ہوتا ہے۔ طبّی اور ڈاکٹری اصول سے بھی روزہ نہایت مفید چیز ہے۔ اس سے فسادِ خون اور بد ہضمی کی بیماری کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ اور بھی بہت سی بیماریاں اس سے دفع ہو جاتی ہیں۔ روحانی بیماریوں کا تو یہ مستقل علاج ہے اس سے ذکرِ الٰہی کا وہ مزا آتا ہے جو اور کسی طریقہ سے نہیں آتا۔ اسی وجہ سے اللہ والے قائم اللیل اور صائم النہار رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ بدنی بیماریوں کا علاج صائم النہار کی وجہ سے سنئے یہ میرے آنکھوں دیکھی بات ہے۔ کوئی سُنی ہوئی کہانی نہیں جو مَیں نے بیان کر دی ہے۔ بلکہ اگر کوئی دوست چاہے تو میں مکمل ایڈریس بتا سکتا ہوں وہ یہ ہے کہ میرے ایک دوست کی لڑکی تپ دق جیسی موذی بیماری میں مبتلا ہو گئی اور ڈاکٹروں اور حکیموں نے جواب دے دیا کہ اب یہ بیماری آخری سٹیج پر پہنچ گئی ہے۔ اس لئے لا علاج ہے۔ تو وہ لڑکی ہر طرف سے مایوس ہو کر موت کی گھڑیاں گن رہی تھی ایک دن قدرت نے اس لڑکی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اب میں موت کو لبیک کہنے والی ہوں کچھ عبادت کر لوں۔ اس پر اس نے دن کو روزہ رکھنا شروع کر دیا اور تمام دن قرآن کی تلاوت اپنا شعار بنا لیا تقریباً تین ماہ تک اُس نے یہی عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے روزہ اور کلام پاک کی تلاوت کی برکت سے بالکل تندرست کر دیا اور شادی کے بعد اپنے گھر میں آباد ہے

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

پ ۲ سورہ بقر رکوع ۷

ترجمہ۔ اے لوگو جو ایمان لے آئے ہو تم پر روزہ لکھا گیا ہے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر لکھا گیا تھا۔ اس لئے کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

مطلب یہ ہُوا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو خطاب کرتے ہیں کہ اے ایمان والے لوگو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ روزے ہم پر ہی فرض نہیں ہوئے بلکہ ہمارے نبی سے پہلے جو بھی انبیا علیہم السلام دُنیا پر تشریف لائے ان کی اُمتوں پر بھی روزے فرض تھے۔ خواہ کسی شکل میں بھی تھے۔ اس سے ہمیں بحث نہیں۔ لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خاتم النبیین ہیں۔ اس لئے ان کی اُمّت پر دین مکمل ہو گیا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط

سورہ مائدہ رکوع ۱ پارہ ۶

ترجمہ۔ آج کے دن مَیں نے تمہارا دین تمہارے لئے پُورا کر دیا اور اپنی نعمت بھی تمہارے اُوپر پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔

اس سے معلوم ہُوا کہ واقعی اُمت محمدیہ پر دین مکمل ہو گیا اور ہر قسم کی عبادت بھی مکمل کر کے واضح کر دی گئی تاکہ گمراہ کن لوگ اس میں کمی بیشی نہ کر سکیں۔

اب روزہ کے متعلق مکمل احکام ملاحظہ فرمائیے۔

فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ ط وَمَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ط یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝ سورہ بقر رکوع ۲۳

ترجمہ۔ جو شخص اس ماہ میں یعنی رمضان شریف میں موجود ہو اس کو ضرور روزہ رکھنا چاہئے اور جو کوئی شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اس پر دوسرے دنوں میں اتنے ہی دن شمار کر کے روزے رکھنے فرض ہیں اور اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور تمہیں تکلیف دینے کا ارادہ نہیں کرتا۔ تاکہ تم گنتی پوری کر لیا کرو۔ اور اللہ کی بڑائی بیان کرو۔ کیونکہ اللہ نے تمہیں ہدایت کی ہے تاکہ تم شکر ادا کرو

مطلب یہ ہُوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریف میں ہر ایک شخص کو روزہ رکھنے کا حکم دے رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی شہر کا لفظ فرمایا۔ جس سے معلوم ہُوا کہ ایک مہینہ روزے رکھنے کا حکم ہے خواہ مہینہ تیس دن کا ہو یا انتیس دن کا۔ ثواب تیس روزوں کا ہی ملیگا۔ اور آسانی یہ فرمائی کہ جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اسے اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے اور بیماری سے صحتیاب ہونے کے بعد اور سفر سے واپسی کے بعد جتنے روزے تم نہیں رکھ سکے اتنے دن شمار کر کے روزے رکھ لو۔ اس طریق سے تم تکلیف سے بچ گئے اور روزے بھی پورے ہو گئے۔ یعنی ثواب سے بھی محروم نہ رہے۔

اے مسلمان ذرا سوچ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کونسی آسانی اور بھلائی نہیں کی۔ سب سے پہلے تمہیں انسان بنایا۔ تندرستی عنایت فرمائی اولاد دی رزق دیا بلکہ تیری تمام قسم کی ضروریات پوری کیں لیکن تو اے انسان باوجود اتنے انعام و اکرام کے قبروں کے دروازوں پر ٹھوکریں کھاتا پھرے تو تیرے جیسا اور کون بدقسمت ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے فرامین پر پابندی سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

وما علینا الا البلاغ۔

(باقی آئندہ)

محسنۂ کائنات

(گذشتہ سے پیوستہ)

ازجناب ماسٹر لال الدین صاحب اخگر خانقاہ ڈوگراں (شیخوپورہ)

(۱۰)

للعجب۔ دنیائے دوں کی سحر کاریاں۔ للعجب! فطرت کی رہنمائی میں حضرت انسان ملائکہ عظام کا بھی مقتدا بن سکتا ہے۔ مگر حرص و ہوا کی پیروی میں اسفل السافلین کی ذلتوں میں گرفتار ہوکر رہ جاتا ہے۔ حقوق اللہ کی ادائیگی کے لئے کوئی وقت نہیں نکالتا۔ کیونکہ دنیاوی پروگرام اس قدر طویل مرتب کرتا ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں چند ساعتیں بھی یادِ الٰہی کے لئے وقف کرنا از بسکہ مشکل نظر آتا ہے۔ اور ادھر حقوق العباد کے معاملے میں اس قدر ناقص ہوتا جاتا ہے کہ سوائے اپنا پیٹ بھرنے کے اور کچھ سوجھتا ہی نہیں۔ دنیائے چند روزہ کی فریب کاریاں اس ظلوم الجہولا کو اُن راہوں پر لے جاتی ہیں۔ کہ اُن راہوں پر چلنے والا فطرت کی مشعل سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ (وَکَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا (اور اس کا کام حد سے بڑھ چکا ہے) تمیز حق و باطل چھن جاتی ہے۔ محسن و خصم اور نیک و بد کا فرق ذہن سے نکل جاتا ہے۔ اور آخرکار یہ خلافتِ ارضی کا ولیعہد شیطانِ لعین کے ہاتھوں میں کھیلتا کھیلتا جہنم کی راہ لیتا ہے۔

فطرت کی پکار تھی کہ بچہ جوان ہوکر والدین کی خدمت کو دیوانہ وار سر انجام دیتا رہے۔ اُن کے حکم کو سر آنکھوں پر جگہ دے۔ بڑھاپے میں اُن کی دلجوئی کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے۔ ماں کے اخلاص کا جائزہ لے۔ اور ساری دنیا کے صدق و خلوص کو ایک پلڑے میں اور محسنۂ کائنات۔ والدہ ماجدہ کے خلوص کو دوسرے پلڑے میں رکھ کر دیکھے۔ ماں باپ کی قربانیاں اُن کی جانفشانیاں مصائب۔ مخلصانہ دُعائیں۔ بیقراریاں۔ ملاقات کی خوشیاں اور جدائی کے جانکاہ لمحات پر غور و خوض کرکے خدمات کی صورت میں اُن کا کچھ نہ کچھ عوض پیش کرتا رہے۔ مگر ہم نے دیکھا ہے اور تقریباً ہر گھر کے نوجوانوں کی زندگی کا مطالعہ کرکے دیکھا ہے کہ یہ سعادت فقط اُن کی قسمت میں ہے۔ جو لوگ ہیں قسمت والے

ماں باپ گھروں میں اس قدر ستائے جاتے ہیں۔ اس حد تک اُن بیچاروں کو بے دست و پا کیا جاتا ہے، گھر کی مجلس شوریٰ میں اس درجہ اُن کو بے دخل کیا جاتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ گھر میں بھنگن ممکن ہے کہ کوئی اپنی رائے پیش کرکے منوا لے۔ مگر بوڑھی ماں کی جُرأت نہیں۔ کہ ایک لفظ بھی زبان سے نکال سکے۔ لڑکے تو لڑکے ہم نے نوجوان لڑکیوں کو دیکھا ہے کہ اپنی ماؤں کو کُتّے کی طرح جھڑک کر اور دُرکار کر بٹھا دیتی ہیں۔ اب بہو بیٹیوں کا تو ذکر ہی لا حاصل ہے۔ کیونکہ اُن کے تو فرائض میں داخل ہے کہ وُہ آتے ہی ساس۔ سُسر۔ نند اور دیور کی ہر بات کی مخالفت کریں۔ نئی دُلہن جس کا فرض تھا کہ وہ اس گھر کی کنیز بن کر زندگی بسر کرتی۔ اور اپنے خاوند کا اُس کے والدین کی خدمت میں ہاتھ بٹاتی خونی ملکہ بن کر گھر میں دھاڑتی پھرتی ہے۔ اس کی دھاڑ سُن کر بیچارے بوڑھے سہم جاتے ہیں۔ اور شرم کے مارے ہر طرح کے اختیارات سے دست بردار ہوکر غلامانہ زندگی بسر کرنے میں ہی اپنی حفاظت دیکھتے ہیں

لڑکا بات بات پر بیوی کے وقار کی حمایت کرتا ہے۔ مگر والدین کی تذلیل کرتا ہُوا بھی پروا نہیں کرتا۔ ہائے۔ ہائے انسان کی یہ محسن کُشی۔ یہ خود فریبی۔ یہ انجام فراموشی۔ بھلا یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ پروردگارِ عالم اپنی سلطنتِ عدل بنیاد میں غاصبانِ نا انصاف اور ظالمانِ چیرہ دست کو اس طرح بے لگام چھوڑ دے۔ اور اُن کو وہ سزا نہ دے۔ کہ صاحبِ دانش کے لئے اُن کی تباہ حالیاں درس عبرت نہ ہوں۔ کاش! انسان سمجھ جائے۔ والدین کی نافرمانی۔ اُن کے احسانات کو پسِ پشت ڈال کر بے دین بیوی کی خود غرضانہ زندگی میں ممد و معاون بننا کوئی چھوٹا سا جرم نہیں ہے۔ مجھے تو خوف ہے کہ یہ عشاق کُشی غضبِ قہار کو عام نہ کر دے۔ انسانی بستیوں کو زلزلے تباہ کر ڈالیں۔ والدین کے عاق لوگوں کے گھر جہنم کے طبقات میں تبدیل نہ ہو جائیں۔ بادل انگارے نہ برسائیں۔ زمین کے قعر بیوی کے پجاریوں اور ماں کے نافرمانوں کو ہڑپ نہ کر جائیں۔ مگر دیکھتا ہوں کہ یہ صورت وقوع پذیر نہیں ہوتی۔ حیران ہوں کہ اس کی کیا وجہ ہے۔ اب سیّدِ انس و جاں۔ رحمتِ جہانیاں پیغمبرِ آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مبارک زندگی سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ طائف کی بستی اور میدانِ اُحد میں اپنے خونچکاں لبوں اور شکستہ دانتوں سے ایذا رسانوں کے حق میں فرما رہے تھے۔ رب اھدِ قومی فانّھم لا یعلمُون! یہ وہ دُعا تھی کہ انسان تو انسان فرشتگانِ قضا و قدر کو بھی انگشت بدنداں اور سر بگریبان کر دیتی تھی۔ غضب کے بھُوت اور انتقام کے عفریت تمام انسانوں کے دماغ پر سوار تھے۔ عرب کے کملی پوش پیغمبرؐ کی مبارک زندگی عفوِ عام کا ایک مرقعِ بے نظیر تھی۔ پتھر برسانے والوں کے حق میں دعائیں ہو رہی تھیں۔ راستے میں کانٹے بکھیرنے والوں کی خدمت کے لئے نبوّت نشان کندھے جھکائے جاتے تھے۔ خون کے پیاسوں کی امانتیں بڑی حفاظت سے واپس کی جا رہی تھیں۔ یہ اور اس طرح کی ہزاروں پیغمبرانہ فیاضیاں اللہ تعالےٰ کے غضب اور مجرموں کے درمیان میں پردہ بن کر چھا جاتی تھیں۔ ورنہ دشمنانِ مصطفےٰ کو دُنیا میں ایک سانس بھی لینے کی مہلت نہ ملتی۔ لہٰذا اس لطف و کرم اور عفوِ عام کا کوئی خفیف سے خفیف حصّہ محسنۂ کائنات کے محبّت بھرے سینے میں بھی کار فرما ہے۔

میں پروردگارِ عالم کی قسم کھا کر شہادت دیتا ہوں کہ نافرمان اولاد کے ستائے ہوئے والدین کو بھی اکثر و بیشتر دیکھا گیا۔ کہ وہ اولاد کی نفع رسانی کے دل سے خواہاں رہتے ہیں۔ اُن کے مالی اور جانی نقصان پر غمگین ہوتے ہیں۔ وہ بھینس جس کے دودھ کا ایک گھونٹ بھی ماں کے لئے بفتوئے بیوی حرام ہے۔ اگر بیمار پڑ جائے تو ماں دیوانہ وار اُس کی شفا کے لئے دُعائیں مانگتی پھرتی ہے۔ وہ پوتے جو بڑی اماں کے مُنہ پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتے۔ اُن کو اگر کوئی گزند پہنچے۔ تو سحری کے وقت اُٹھ کر اُن کی صحت کے لئے سربسجود ہوکر

اور آنسو بہابہا کر دُعائیں کی جاتی ہیں۔ ہاں - ہاں، یہی وہ فطری جذبہ محبت ہے۔ جو اولاد کی نافرمانی کے باوجود بھی قلبِ والدؔ سے نہیں بجھتا۔

قارئینِ کرام۔ شاید بعض معروضات کو مبالغہ سے تعبیر فرماتے ہوں۔ کیونکہ میرا یقین ہے کہ جہاں تک والدہ کے عشق و محبت کا تعلق ہے۔ سنگدل سے سنگ دل انسان بھی اس حقیقت کا معترف ہے۔ کہ والدہ کا دل انتقامی احساسات سے ناآشنا ہے۔ والدہ کے ہاتھ اپنے بچّوں کے خون سے آج تک رنگین نہیں ہوئے والدہ کی وقتی گالیاں بھی دُعاؤں سے بدلتی ہوئی دیکھی گئی ہیں۔ مگر باپ مرد ہونے کی حیثیت سے رحم و شفقت کے جذبات سے اتنا مغلوب نہیں ہوتا۔ جتنی کہ والدہ مغلوب ہوتی ہے۔ باپ اپنے وقار کو قائم رکھنے کے لئے کبھی کبھی اولاد کے نقصان کی بھی پروا نہیں کرتا۔ یہ خیال بڑی حد تک صحیح ہے کہ ماں اور باپ کے جذباتِ محبت میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ بالفرضؔ ماں اگر جنّتِ فردوس ہے۔ تو باپ اُس کے مقابلے میں اعراف ہے۔ مگر یاد رہے باپ کی محبت کی شہادت ہمیں قرآنِ حکیم جیسی ناطق و صادق کتاب سے ملتی ہے۔ آؤ ذرا عام گفتگو کو بند کر کے سورۂ یوسف پر نظر ڈالیں۔ سیّدنا یوسفؑ جو حسن کے مجسمہ تھے یعقوب علیہ السلام کے سینے کی ٹھنڈک اور آنکھوں کا نور تھے۔ جب یہ اپنا خواب اپنے والدِ محترم سے بیان فرماتے ہیں تو سیّدنا یعقوب علیہ السلام کس شفقت سے مگر فکرمندانہ پیش بندی کے طور پر فرماتے ہیں قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰٓی اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا لَكَ كَیْدًا ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ○

(ترجمہ۔ فرمایا اے میرے چاند اپنا یہ پیغمبرانہ خواب اپنے سوتیلے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا۔ یہ خواب سُن کر وہ تیرے لئے کوئی فریب بنائیں گے۔ تحقیق شیطان انسان کا اعلانیہ دشمن ہے)

اب دوسرے مقام پر یہ باپ ہی ہے جو اپنے بیٹوں کے اس مطالبے کو سُن کر کہ ہمارے یوسف علیہ السلام کو ہمارے ساتھ شکار کے لئے بھیج دو۔ نہایت محبت بھرے الفاظ میں پدرانہ شکوکسا بلکہ پیغمبرانہ اشارات فرما رہا ہے۔ قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ○

(ترجمہ۔ فرمایا مجھے اس تصور سے ہی غم ہوتا ہے کہ تم یوسف علیہ السلام کو چھوڑ کر شکار کے تعاقب میں بھاگ جاؤ۔ اور اُس کو تنہا پا کر کوئی بھیڑیا کھا جائے۔ اور تم کو اُس وقت اس واقعہ کی خبر تک بھی نہ ہو")

اور پھر وہ ماں کی زبان نہیں۔ باپ ہی کی زبان ہے جو غم بھرے دل کی ترجمانی کر رہی ہے جب سوتیلے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کے کُرتے پر جھوٹا خون لگا کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے پیش کیا اُس موقعہ پر فرمایا۔ "فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ" یہ دراصل تقدیر الٰہی پر پیغمبرانہ توکّل اور صبر کا اظہار تھا۔ جس میں یوسفؑ کی باریابی کی دُعا بھی کنایۃً شامل تھی۔ یہ محبوب ترین بیٹے کی جُدائی میں نالۂ فراق تھا۔ جس میں اللہ تعالےٰ سے وصلِ یوسفؑ کے حُسنِ طلب کا پہلو بھی نکلتا ہے۔ کیونکہ صبر کے ساتھ ہی ارشاد ہے۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ○ (میں اللہ تعالےٰ ہی سے مدد مانگتا ہوں اس بات پر جو تم ظاہر کرتے ہو)

اور پھر اس احسن القصص میں چند گھڑیوں یا مہینوں کی نہیں بلکہ برسوں کی جانکاہ خاموشی کے بعد (جس عرصے میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا دامن اپنے عزیز بیٹے کی فرقت میں ہمیشہ آنسوؤں سے تر ہی رہا) ایک اور واقعہ پدرانہ محبت کا ہمارے سامنے آتا ہے۔ کنعان میں قحط پڑ گیا۔ غلّہ اس قدر گراں ہو گیا کہ غریب بھوکوں مرنے لگے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تلاشِ رزق میں مصر پہنچے۔ مختصر یہ کہ غلّہ لائے۔ مصر کے وزیرِ مالیات (یوسف علیہ السلام) نے اُن کو فرمایا۔ قَالَ ائْتُوْنِیْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِیْكُمْ ج (فرمایا لے آئیو میرے پاس ایک بھائی جو تمہارا ہے باپ کی طرف سے) اور ساتھ ہی یہ بھی شرط لگا دی۔ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ○ " پھر اگر تم اُس کو میرے پاس نہ لائے تو تمہارے لئے میرے پاس کوئی بھرتی نہیں۔ بلکہ تم میرے پاس تک بھی نہ آنا" لہٰذا جب پسرانِ یعقوب علیہ السلام نے واپس آکر اپنے باپ سے بنیامین کے ساتھ بھیجنے کے لئے گزارش کی تو اُس غمخوردہ اور فرقت زدہ ضعیف و نحیف پیغمبرِ خدا کا جواب تھا۔ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَیْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِیْهِ مِنْ قَبْلُ ط (فرمایا گیا میں اعتبار کروں تمہارا اس پر مگر وہی جیسا اعتبار کیا تھا اُس کے بھائی پر اس سے پہلے۔")

اور پھر اس کے بعد اُن سے حلفیہ بیان لیا۔ کہ وہ بنیامین کو واپس لائیں یا خود بھی واپس نہ آئیں۔ لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْ ج ("البتہ تم پہنچا دوگے اس کو میرے پاس مگر یہ کہ گھرے جاؤ تم سب") اب اس کے ساتھ ایک اور مقام آگیا ہے۔ جہاں باپ کی محبّت اپنے پورے جذبات کے ساتھ ظاہر ہو رہی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام بنیامین اور اُس کے بھائیوں کو مصر غلّہ لانے کے لئے بھیج رہے ہیں۔ اپنی کمزور سی بینائی سے اپنے بیٹوں کے حُسین چہروں پر اور مضبوط قد و قامت پر نظر ڈالکر فرماتے ہیں۔ وَقَالَ یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ج وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ○

"اور فرمایا اے میرے بیٹو مصر میں ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا۔ بلکہ مختلف دروازوں سے اندر جانا۔ اور میں نہیں بچا سکتا تم کو اللہ کی بات سے۔ حکم کسی کا نہیں سوائے اللہ تعالےٰ کے اس پر مجھ کو بھروسہ ہے۔ اور اُسی پر بھروسہ چاہیئے۔ بھروسہ کرنے والوں کو"

اس جگہ باپ کا خیال ہے کہ کہیں میرے ان حسین و جمیل پیغمبر زادوں کو نظرِ بد نہ لگ جائے۔ مگر ساتھ ہی اُن کو توحید باری تعالےٰ کی تعلیم بھی دیئے جا رہے ہیں۔ قارئینِ کرام کو یاد ہے کہ بنیامین کے سوا یہ وہ بیٹے ہیں جنہوں نے اپنے باپ اور خدا کے حلیم و صابر پیغمبر سے ہمیشہ فریب ہی کیا۔ جھوٹے قصّے بنا بنا کر بیان کئے۔ اور جب ابتدا میں یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے محبّت کرتے ہوئے دیکھتے تو کہنے لگتے۔ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (تحقیق ہمارا باپ صریح خطا پر ہے) اور پھر۔ خیر یہ پدرانہ عشق و محبّت کی انوکھی زندہ مثال ہے۔ کہ بیٹے ہمیشہ بُرائی کرتے رہیں مگر باپ کی شفقت کا تقاضا یہ ہو کہ ان بچّوں کو وہمی تکلیف کا بھی سامنا نہ کرنا پڑے۔

اس مبارک داستان کے اختتام پر ایک اور چیز اسی ضمن میں نہایت قابلِ ذکر ہے۔ جس سے بیٹوں کی کج روی اور باپ

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

صدقات و زکوٰۃ کی حقیقت

(از جناب ایم عبد الرحمٰن صاحب (دودھیانوی) پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ)

(گزشتہ سے پیوستہ)

انفاقِ مال فی سبیل اللہ

(۱) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

سورہ البقرہ رکوع ۳۴ پارہ ۳

ترجمہ۔ اے ایمان والو۔ خرچ کرو۔
اُس میں سے جو ہم نے تم کو روزی
دی۔ اُس دن کے آنے سے پہلے کہ
جس میں نہ خرید و فروخت ہے اور نہ آشنائی
اور سفارش۔ اور جو کافر ہیں وہی ظالم ہیں۔

(تفسیر) سورہ بقرہ میں عبادات اور معاملات کے متعلق اکثر احکام یہاں فرمائے۔ جن سب کی تعمیل نفس کو ناگوار اور بھاری ہے اور تمام اعمال میں زیادہ دشوار انسان کو جان اور مال کا خرچ کرنا ہوتا ہے اور اکثر احکامِ الٰہی یا تو جان کے متعلق ہیں یا مال کے۔ ان دونوں چیزوں کی محبت گناہوں کی جڑ ہے۔ اس آیت میں مال کے خرچ کرنے کی تاکید منظور ہے۔

خلاصۂ معانی یہ ہوا کہ عمل کا وقت ابھی باقی ہے آخرت میں تو نہ عمل بکتے ہیں نہ کوئی آشنائی سے دیتا ہے نہ کوئی سفارش سے چھڑا سکتا ہے جب تک پکڑنے والا نہ چھوڑے کفار نے تو اپنے اوپر آپ ظلم کیا۔ جس کی شامت سے ایسے ہو گئے کہ آخرت میں نہ کسی کی دوستی سے اُن کو نفع ہو سکے۔ اور نہ سفارش سے۔ کافر ظلم کرتے ہیں۔ مال کو اپنے مقام پر خرچ نہیں کرتے۔ مسلمانو! تم اُن کی طرح مت ہو۔

(۲) وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝

سورہ المنٰفقون رکوع ۲ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ اور خرچ کرو کچھ ہمارا دیا ہوا
اُس سے پہلے کہ آ پہنچے تم میں سے
کسی کو موت۔ تب کہے اے رب
کیوں نہ ڈھیل دی تو نے مجھ کو ایک
تھوڑی سی مدت۔ کہ میں خیرات کرتا
اور ہو جاتا نیک لوگوں میں۔

(تفسیر) اس آیت میں منافقوں کے قول کا جواب ہوا۔ جو کہتے تھے کہ مت خرچ کرو۔ اُن لوگوں پر جو رسول اللہ کے یہاں رہتے ہیں۔ خرچ کرنے میں خود تمہارا بھلا ہے۔ جو کچھ صدقہ خیرات کرنا ہے جلدی کرو۔ ورنہ موت سر پر آ پہنچے گی تو پچھتاؤ گے کہ ہم نے کیوں خدا کے راستہ میں خرچ نہ کیا۔ اُس وقت بخیل تمنّا کرے گا چند روز اور میری موت کو ملتوی کر دیتے۔ کہ میں خوب صدقہ خیرات کر کے اور نیک بن کر حاضر ہوتا۔ لیکن وہاں التوا کیسا؟ جس شخص کی جس قدر عمر لکھ دی اور جو میعاد مقرر کر دی ہے اس کے پُورا ہو جانے پر ایک لمحہ کی ڈھیل اور تاخیر نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالیٰ نے رزق کی نسبت اپنی ذاتِ مقدس کی طرف فرمائی۔ اس سے مقصود زیادہ رغبت دلانا ہے۔ درحقیقت رزق اور مال تو اللہ تعالےٰ ہی کا ہے۔

(۳) وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ سورہ الحدید رکوع ۱ پارہ ۲۷

(ترجمہ) اور تم کو کیا ہوا ہے کہ خرچ
نہیں کرتے اللہ کی راہ میں۔ اور
اللہ ہی کو بچ رہتی ہے۔ ہر شے
آسمانوں اور زمین میں۔ برابر نہیں
تم میں جس نے خرچ کیا فتح مکّہ سے
پہلے۔ اور لڑائی کی۔ اُن لوگوں کا
درجہ بڑا ہے اُن سے جو کہ خرچ
کریں اس کے بعد اور لڑائی کریں۔

(تفسیر) مالک فنا ہو جاتا ہے اور مُلک اللہ کا بچ رہتا ہے اور ویسے تو ہمیشہ اسی کا مال تھا۔ پھر اُس کے مال میں سے اس کے حکم کے موافق خرچ کرنا بھاری کیوں معلوم ہو۔ خوشی اور اختیار سے نہ دو گے۔ تو بے اختیار اسی کے پاس پہنچے گا۔ بندگی کا اقتضا یہ ہے کہ خوشدلی سے پیش کرے اور اس کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے فقر و افلاس سے نہ ڈرے۔ کیونکہ زمین و آسمانوں کے خزانوں کا مالک اللہ ہے۔ کیا اُس کے راستہ میں خوشدلی سے خرچ کرنے والا بھوکا رہے گا؟ یوں تو اللہ کے راستہ میں کسی وقت بھی خرچ کیا جائے اور جہاد کیا جائے وہ اچھا ہے۔ خدا اُس کا بہترین بدلہ دُنیا یا آخرت میں دے گا۔ لیکن جن مقدور والوں نے فتح مکّہ یا حُدیبیہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ بڑے درجے سے اڑے۔ بعد والے مسلمان ان کو نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ وہ وقت تھا کہ حق کے ماننے والے اور اس پر لڑنے والے اقل قلیل تھے۔ اور دُنیا کافروں اور باطل پرستوں سے بھری ہوئی تھی اُس وقت اسلام کو جانی اور مالی قربانیوں کی زیادہ ضرورت تھی اور مجاہدین کو بظاہر اسباب اموال و غنائم وغیرہ کی توقعات بہت کم۔ ایسے حالات میں ایمان لانا اور خدا کے راستہ میں جان و مال لُٹا دینا بڑے اولوالعزم اور پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم انسانوں کا کام ہے۔

(۴) یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ۝

سورہ البقرہ رکوع ۲۶

ترجمہ۔ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز
خرچ کریں۔ کہہ دیجئے کہ جو کچھ تم
خرچ کرو مال۔ سو ماں باپ کے
لئے اور قرابت والوں اور یتیموں
کے اور محتاجوں کے اور مسافروں
کے۔ اور جو کچھ کرو گے تم بھلائی
سو وہ بے شک اللہ کو خوب معلوم ہے

(تفسیر) مضمون سابق یہ تھا کفر و نفاق کو چھوڑو اور اسلام میں پوری طرح داخل ہو۔ حکم الٰہی کے مقابل کسی کی مت سُنو۔ اللہ کی خوشی میں جان و مال خرچ کرو۔ اور ہر طرح کی شدّت اور تکلیف پر تحمل کرو۔ بعض اصحاب جو مالدار تھے۔ اُنہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ مال میں کیا خرچ کریں۔ اور کس پر خرچ کریں اس پر یہ حکم ہوا کہ قلیل خواہ کثیر جو کچھ خدا کے لئے خرچ کرو وہ والدین اور اقارب اور یتیم اور محتاج اور مسافروں کے لئے ہے یعنی ثواب حاصل کرنے کے لئے خرچ کرنا چاہو تو جتنا چاہو خرچ کرو۔ اس کی کوئی تعیین تحدید نہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ جو موقعے ہم نے بتلائے ہیں اُن میں صرف کرو۔ یتیموں اور محتاجوں کی خبر لینا اور اُن کے حال پر رحم کھانا ہر مذہب و ملت کی تعلیم میں شامل ہے۔

(۵) وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۥ قُلِ الْعَفْوَ ط

سورہ البقرہ رکوع ۲۷

ترجمہ۔ اور آپ سے پوچھتے ہیں کہ
کیا خرچ کریں۔ کہدیجئے جو بچے
اپنے خرچ سے۔

(تفسیر) لوگوں نے پوچھا تھا کہ مال اللہ کے واسطے کس قدر خرچ کریں حکم ہوا جو اپنے اخراجات ضروری سے زائد ہو کیونکہ جیسا آخرت کا فکر ضرور ہے دُنیا کا فکر بھی ضرور ہے۔ اگر سارا مال اُٹھا ڈالو تو اپنی ضروریات کیونکر پُورا کرو؟ اور جو حقوق تم پر لازم ہیں ان کو کیونکر ادا کرو۔ معلوم نہیں کس کس خرابی دینی اور دنیاوی میں پھنسو۔ دُنیا فانی مگر محل حوائج ہے اور آخرت باقی اور دارِ ثواب ہے اس لئے سوچ سمجھ کر ہر ایک امر میں اس کے مناسب حال خرچ کرنا چاہئے اور مصلحتِ دُنیا اور آخرت دونوں کو پیشِ نظر رکھنا مناسب ہے۔ اور احکام کو واضح طور پر بیان فرما دینے سے یہی مطلوب ہے کہ تم کو فکر کرنے کا موقعہ ملے۔

(حدیث-۱) فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال۔ اُس کے لئے اس کے مال میں سے تین چیزیں ہیں۔ (۱) جو کھا کر فنا کر دیا۔ (۲) وہ جو پہن کر پُرانا کر ڈالا (۳) وہ جو صدقہ دے کر جمع کیا۔ اس کے سوا جو کچھ ہے وُہ اور لوگوں کے لئے چھوڑ جائے گا۔

حدیث ۲۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے اصحاب سے سمجھانے کے لئے پوچھا۔ کہ تم میں سے ایسا کون ہے جس کو..... اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ پیارا ہو
ہم میں سے ہر ایک کو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ پیارا ہوتا ہے فرمایا بے شک اس کا مال وہی ہے جو آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔ وہ تو اس کے وارث کا مال ہے۔ اس حدیث میں سخیوں کو بشارت ہے اور بخیلوں کو ملامت ہے کیونکہ سخی اپنے مال سے دینی و دنیاوی دونو فوائد حاصل کرتا ہے اور بخیل کو اُس کا مال نہ یہاں کام آیا نہ وہاں۔ بلکہ تمام عمر وارثوں کے لئے مال جمع کرنے میں ذلّت و محنت اُٹھاتا رہا۔ آخر مرا اور ساتھ کچھ نہ لے گیا۔ خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بنا۔

سخیاں ز اموال بر میخورند
بخیلاں غمِ سیم و زر میخورند

حدیث میں ہے آیا تم جانتے ہو کہ مسکین کون ہے صحابہ نے کہا مسکین وہ ہے جس کے پاس مال نہ ہو فرمایا مسکین وہ ہے جس کے پاس مال ہو لیکن آگے نہ بھیجا ہو۔

فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ تم صدقہ اس لئے دو کہ ایک زمانہ آئے گا جب کہ کوئی صدقہ قبول کرنے والا نہ ہوگا۔ وہ کہے گا کہ اگر تو کل لاتا تو البتہ میں قبول کرتا پس آج تو مجھ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس وقت کو غنیمت سمجھو جبکہ تم میں محتاج لوگ موجود ہیں اور جتنا ہو سکے خیرات و صدقہ کر لو۔

ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس آکر پوچھنے لگا۔ کہ کس صدقہ میں بڑا اجر ملیگا۔ آپ نے فرمایا جو صدقہ تندرستی کی حالت میں کیا جائے جبکہ آدمی مال جمع کرنے کی حرص رکھتا ہو۔ فقر سے ڈرتا ہو اور امیر بننے کی امید رکھتا ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تندرستی کے وقت ایک درہم صدقہ دینا بہتر ہے موت کے نزدیک ایک سو درہم دینے سے۔

(۶) وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ط وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

سورہ التغابن رکوع ۲ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ اور خرچ کرو اپنے بھلے کو
اور جس کو بچا دیا اپنے جی کے لالچ
سے۔ سو وہ لوگ ہی مراد کو پہنچے۔

(تفسیر) اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے تمہارا ہی بھلا ہوگا۔ مراد کو وہی شخص پہنچتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اُس کے دل کے لالچ سے بچائے اور حرص و بخل سے محفوظ رکھے۔

(۷) اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ط وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝

سورہ التغابن رکوع ۲ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ اگر قرض دو اللہ کو اچھی
طرح پر قرض دینا۔ وہ دونا کر دے
تم کو اور تم کو بخشے۔ اور اللہ
قدر دان ہے تحمل والا۔

(تفسیر) اللہ کی راہ میں اخلاص اور نیک نیتی سے طیب مال خرچ کرو۔ تو اللہ اُس سے کہیں زیادہ دے گا۔ اور تمہاری کوتاہیوں کو معاف فرمائے گا۔ قدر دانی کی بات یہ ہے کہ تھوڑے عمل پر بہت سا ثواب دیتا ہے۔ اور تحمل یہ کہ گناہ دیکھ کر فوراً عذاب نہیں بھیجتا۔ پھر بہت سے مجرموں کو بالکل معاف اور بہتیروں کی سزا میں تخفیف کرتا ہے۔

(۸) اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝

سورہ الحدید رکوع ۲ پارہ ۲۷

ترجمہ۔ جو لوگ خیرات کرنے والے
ہیں مرد اور عورتیں۔ اور قرض دیتے
ہیں اللہ کو اچھی طرح۔ اُن کو ملتا
ہے دونا۔ اور اُن کو ثواب ہے
عزّت کا۔

(تفسیر) یعنی جو اللہ کے راستہ میں خالص نیّت سے اس کی خوشنودی کی خاطر خرچ کریں اور غیر اللہ سے کسی بدلہ یا شکریہ کے طلبگار نہ ہوں گویا وہ اللہ کو قرض دیتے ہیں۔ سو اطمینان رکھیں کہ اُن کا دیا ہُوا ضائع نہ ہوگا۔ بلکہ کئی گنا کر کے لوٹایا جائے گا۔

(۹) وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝ سورہ الیل رکوع ۱ پارہ ۳۰

ترجمہ۔ اور بچائیں گے اس آگ سے
بڑے ڈرنے والے کو۔ جو دیتا ہے
مال اپنا دل پاک کرنے کو۔ اور
نہیں کسی کا اُس پر احسان جس کا
بدلہ ہے۔ مگر واسطے چاہنے مرضی اپنے
رب کی۔ جو سب سے برتر ہے۔
اور آگے وہ راضی ہوگا۔

(تفسیر) ایسے لوگوں کو اُس آگ کی ہوا تک بھی نہیں لگے گی۔ صاف بچا دیئے جائیں گے۔ جن کا مقصود کسی طرح کا ریا اور نمود و نمائش یا دنیوی اغراض پیشِ نظر نہیں اور نہ ہی خرچ کرنے سے کسی مخلوق کے احسان کا بدلہ اُتارنا ہے بلکہ خالص رضاء مولیٰ کی طلب اور دیدارِ الٰہی کی تمنّا میں گھر بار لُٹا رہے ہیں۔ وُہ اطمینان رکھیں کہ اُنہیں ضرور خوش کر دیا جائے گا اور اُن کی یہ تمنّا ضرور پوری ہو کر رہے گی۔

(۱۰) وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

سورہ الانفال رکوع ۸ پارہ ۱۰

ترجمہ اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ
کی راہ میں۔ وہ پورا ملے گا تم کو
اور تمہارا حق نہ رہ جائے گا۔

صحبتِ شیخ کی اہمیّت

(از مولوی محمد صابر صاحب مسجد لائن والی شیرانوالہ دروازہ لاہور)

بڑے موذی کو مارا نفسِ امّارہ کو گر مارا ۔۔۔ نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا
نہ مارا آپ کو جو خاک ہو اکسیر ہو جاتا ۔۔۔ اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا

اولیاء اللہ کی صحبت میں جو موتی ملتے ہیں ان میں سے ہستی کا فنا ہونا بھی ایک گراں قیمت موتی ہے بشرطیکہ عقیدت ادب اور اطاعت طالبِ صادق کی ضمیر کا جزو لاینفک (عادت میں راسخ) بن جائیں اور اسی موتی کی برکت سے تمام احکام خداوندی پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

سورۂ عنکبوت آخری رکوع پارہ ۲۱

جو لوگ ہمارے لئے جہاد (محنت) کرتے ہیں ہم ان کو ضرور اپنے صحیح راستوں کی راہنمائی فرما دینگے۔

لہٰذا سب سے پہلے نفس سے جہاد کرنا پڑے گا کیونکہ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ شروع پارہ ۱۳ سب سے بڑا آمر برائی کی طرف نفس ہی تو ہے۔

صحابہ کرامؓ نے بھی اگر جاہلیت کی عداوتوں سے نجات پائی اور رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ پر عمل کیا تو صرف ابرِ عفو و کرم رحمۃ للعالمین کے دامن میں پناہ لے کر نفس کی شرارتوں سے محفوظ ہونے کے بعد یہ مقام حاصل کیا۔ اور نفس کو ایسا پامال کیا کہ ان میں سے ایک بہت بڑا جرنیل جسکو مجاہد اعظم فخر الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے (سیف اللہ المسلول) اللہ کی لٹکتی ہوئی تلوار کا لقب عطا فرمایا تھا۔ لیکن کسی مصلحت کی بنا پر خلیفۂ ثانی نے انکو معزول کر کے ایک سپاہی کی حیثیت دیدی تھی تو پھر بھی وہ اپنی ڈیوٹی پوری ذمہ داری سے بصد خوشی ادا کرتے رہے۔ بالفرض اگر خالدؓ بن ولید میں کوئی نفسانیت اور انانیت ہوتی تو وہ خلیفۂ ثانی کو یہ مسکت جواب دیکر لشکر کو ہمنوا بنانے میں کامیاب ہو سکتے تھے۔ کہ (حضورؐ نے تو مجھے فوج کا جرنیل مقرر فرمایا اور سیف اللہ المسلول کا لقب عطا فرمایا ہے۔ آپ مجھے معزول کرنے والے کون ہیں) لیکن یہاں تو معاملہ ہی برعکس تھا کہ مصلح اعظمؐ نے سب کو یہ سبق پڑھا دیا تھا کہ سید القوم خادمھم یعنی قوم کا سردار حقیقت میں انکا خادم ہوتا ہے۔ یہ ہے وہ ہستی فنا ہونے کا موتی کہ جس کی چمک سے معاملات میں یہ اخلاق حمیدہ پیدا ہو جاتے ہیں سرکار دو عالمؐ کی صحبت سے صحابہ کو ایسے موتی مہیا ہوتے تھے جن کے حصول کے بعد دنیا میں انکو کسی اور چیز کی خواہش ہی نہیں رہتی تھی اور ان موتیوں کا حقیقی محور اور مقصود بالذات اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسکی محبت تھی۔ جو صحابہؓ کو حضورؐ کے ساتھ عقیدت بھری نگاہوں سے دستیاب ہوتی تھی۔ اور اب یہ نعمت عظمیٰ اپنے نفس کو ان مردانِ کاملین کے سامنے پامال کرنے سے ملتی ہے جن کا ہر عمل حیات اسوۂ حسنہ کے سمندر میں غوطے کھاتا ہوا اخلاص کے موتی پیش کرتا ہے۔

لہٰذا ہم یہاں اپنے شیخ الشیخ حضرت خلیفہ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ دینپوری کے چند حالات سپردِ قلم کرتے ہیں تاکہ مہتابِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو انوار ان جیسے بزرگوں کو حاصل ہوتے ہیں بلکہ متعلق یہ کہنا بے جا نہ ہو کہ

ع یہ کرنیں ہیں اسی مشعل کی

حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ بچپن میں ابھی طالب علم ہی تھے کہ ایک مولانا جامی تھے انہوں نے فرمایا کہ آؤ تمہیں ایک بزرگ کے پاس لے چلیں حضرتؒ نے جواب دیا کہ میرے پاس تو آنے جانے کا کرایہ بھی نہیں لہٰذا میں معذور ہوں مولانا موصوف نے کرائے کا ذمہ اٹھا لیا جب آپ قبلہ حضرت حافظ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ بھرچونڈی والوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے فرمایا کہ بیٹا ابھی تم جا کر علم دین پڑھو اور مولانا موصوف سے فرمایا کہ یہ بیٹا میری امانت ہے اسکا خاص خیال رکھنا جب دوبارہ حاضر خدمت ہوئے تو حضرت شیخ نے انہیں اپنے حلقۂ ارادت میں داخل فرما لیا۔ پھر یہ حضرت کے پاس ہی رہنے لگے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے نام کی اسقدر سچی طلب تھی کہ بارہ مہینے ہی خواہ سخت سردیوں کا موسم کیوں نہ ہوتا ایک چادر اوپر ایک تہبند اور ایک قمیص پہن کر رات دن گذارتے تھے۔ اور کبھی بھی اپنے شیخ سے کوئی ضرورت پیش نہ کرتے حتیٰ کہ شیخ خود فرمایا کرتے تھے کہ اس بیٹے نے مجھے کبھی بھی کسی چیز کی تکلیف نہیں دی۔ جب انہیں شیخ نے برسوں کے بعد مجاز فرمایا اور ان کے ہاں بھی اللہ کا نام سیکھنے والوں کا بہت بڑا جمگھٹا رہتا تھا۔ چنانچہ وہ مولانا موصوف جنہوں نے انہیں شیخ کے متعلق راہنمائی فرمائی تھی سخت بیمار ہو گئے۔ حضرت بیمار پرسی کیلئے تشریف لیگئے اور تمام جماعت کو حکماً روک دیا کہ میرے پیچھے نہ آنا اور میں اس وقت تک واپس نہیں آؤنگا جب تک کہ مولانا صاحب تندرست نہ ہو جائیں یا انہیں قضاءِ الٰہی نہ آ پہنچے ورنہ خدمت ہی کرتا رہونگا۔ چنانچہ جیسے شیخ کے پاس کوئی سوال نہیں کرتے تھے اسی طرح مولانا موصوف کے پاس رہکر خدمت کرتے اور رات کو چٹائی پر مسجد میں سو رہتے یہی سلسلہ تقریباً چھ مہینے تک جاری رہا بالآخر مولانا موصوف انتقال فرما گئے تو تب حضرت جماعت میں واپس تشریف لائے

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی مری مٹا دے خاک بیجان کر دے

ایک دفعہ آپ حج بیت اللہ کو تشریف لیجا رہے تھے۔ اور آپ کے ساتھ تقریباً ساٹھ آدمی متعلقین میں سے ہمراہ تھے۔ آپ معہ ساتھیوں کے بحری جہاز میں اوپر والی منزل میں سوار تھے اور نیچے والی منزل میں ایک بلوچستانی بزرگ تھے جنکے ساتھ تقریباً اتنے ہی متعلقین تھے۔ واقعہ یہ ہوا کہ حضرت کے متعلقین میں سے کسی نے چائے پی تو کچھ چائے گر پڑی نیچے والے بزرگ کے کسی مرید پر چند قطرے پڑنے تھے کہ وہ شخص لاٹھی لیکر اوپر آیا اور پیچھے سے اپنے پورے زور کے ساتھ حضرتؒ کی پیٹھ پر دے ماری جماعت نے اسے پکڑا تاکہ سزا دیں لیکن حضرت نے حکماً چھڑا دیا اور فرمایا کہ نیچے اتر جاؤ تاکہ تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچائے جب نیچے اترا تو اسکے شیخ کو اس ماجرے کا پتہ چلا وہ اور انکی جماعت حضرتؒ سے معافی مانگنے آگئے تو حضرتؒ نے فرمایا۔ بھائی آپ لوگوں نے میرا کیا بگاڑا ہے۔ میں نے تو اس کو بھی جانے دیا جس نے مجھے لاٹھی ماری تھی۔ سنا گیا کہ وہ شخص

فی اللہ۔ کہ دوستی اور دشمنی اللہ کی رضا کے ماتحت ہو۔ اگر کسی سے ناراض رہے تو اسلئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔ اور دوستی بھی اسی بنا پر ہو کہ چونکہ یہ شخص احکام خداوندی کی اطاعت کرتا ہے۔ لہٰذا میں اس سے دوستی رکھتا ہوں (گفتن و کردن فرقے دارد) بہرحال جب تک انانیت ہے مرے اس وقت تک احکام خداوندی کی تعمیل میں بھی نفس آڑے آتا ہے۔ لیکن جب تک کسی باکمال کے سامنے ہستی فنا ہو جائے تو وصل محبوب حاصل ہو جاتا ہے۔

قرب حق بالا نہ پستی رفتن است
قرب حق از حبس ہستی رستن است
پردۂ ہستی بسوزی گر بنار لا الٰہ
آن زماں بے پردہ بینی نور الا اللہ را

علیٰ ہٰذا القیاس مسلمانوں میں آپس کے جھگڑے فساد اور شکر رنجیوں کا جنازہ بھی تبھی نکل سکتا ہے کہ اللہ والوں کی صحبت میں رہکر اخلاق حمیدہ سیکھے جائیں۔

ازالۂ غلط فہمی

اللہ والے بزدل نہیں بناتے صرف خود غرضی کی جرأت کو جہالت سمجھتے ہیں۔ اور اسلام کی بلندی کیلئے جو جرأت ہو ان کے ہاں اسی کا نام جہاد ہے۔ دیکھئے یہی حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ انگریز دشمنی کے باعث جیل میں بھیجے گئے تھے اور جس مشعل کی یہ کرنیں ہیں اس مہتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی جرأت کا ایک واقعہ یاد آیا ہے۔ آخر میں وہ بھی عرض کئے جاؤں مدینہ منورہ میں اندھیری رات میں لوگ سو رہے تھے۔ کہ اچانک شور ہوا کہ دشمن مدینہ منورہ پر لشکر کشی کرکے آ رہا ہے۔ چنانچہ ایک سوار گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے جدھر سے دشمن کا خطرہ تھا گھوڑے کو دوڑاتا ہوا چلا گیا۔ کافی مسافت طے کرکے واپس آیا اور فرمایا کہ کوئی خطرہ نہیں آرام سے سو رہو۔ چنانچہ دیکھا گیا وہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔

(بقیہ صدقات و زکوٰۃ کی حقیقت) صفحہ ۱۴ سے آگے

(۱۱) یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا ۝ وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا ۝ سورہ الدھر رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ۔ پورا کرتے ہیں منت کو۔
اور ڈرتے ہیں اس دن سے کہ
اس کی برائی پھیل پڑے گی اور
[illegible] کھانا اس کی محبت پر
[illegible] کو۔ یتیم کو اور قیدی کو
[illegible] کہ ہم جو
تم کو کھلاتے ہیں سو خالص اللہ
کی خوشی چاہنے کو۔ نہ تم سے چاہیں
بدلہ اور نہ چاہیں شکر گزاری۔

(تفسیر) جو منت مانی ہو اُسے پورا کرتے ہیں ظاہر ہے کہ جب اپنی لازم کی ہوئی چیز کو پورا کرینگے تو اللہ کی لازم کی ہوئی باتوں کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ اُس دن کی سختی اور برائی درجہ بدرجہ سب کو عام ہوگی۔ کوئی شخص بالکل محفوظ نہیں رہے گا۔ اِلّا ما شاء اللہ۔ اللہ کی محبت کے جوش میں اپنا کھانا باوجود خواہش اور احتیاج کے نہایت شوق اور خلوص سے مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھلا دیتے ہیں۔ قیدی عام ہیں مسلم ہو یا کافر۔

اللہ کے بندوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ خرچ کرتے وقت بے جا نہیں اُڑاتے اور نہ ہی تنگی کرتے ہیں۔ بلکہ اس کے بیچ میں ایک سیدھی گزران ہے۔ موقعہ دیکھ بھال کر میانہ روی سے خرچ کرتے ہیں نہ مال کی محبت نہ اس کی اضاعت (بربادی)

(۲) وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ط وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا ۝ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۳ پارہ ۱۵

ترجمہ۔ اور دے قرابت والے کو اُس
کا حق اور محتاج کو اور مسافر کو۔
اور مت اُڑا بے جا۔ بے شک
اُڑانے والے بھائی ہیں شیطانوں
کے۔ اور شیطان ہے اپنے رب
کا ناشکرا۔

(تفسیر) قرابت والوں کے مالی و اخلاقی ہر قسم کے حقوق ادا کرو۔ محتاج و مسافر کی خبر گیری رکھو۔ اور خدا کا دیا ہُوا مال فضول اور بے موقعہ مت اُڑاؤ فضول خرچی یہ ہے کہ معاصی اور لغویات میں خرچ کیا جائے۔ یا مباحات میں بے سوچے سمجھے اتنا خرچ کر دے۔ جو آگے چل کر حقوق برباد کرنے اور حرام کمانے کا سبب بن جائے۔ مال خدا کی بڑی نعمت ہے جس سے عبادت میں دل جمعی ہو۔ بہت سی اسلامی خدمات اور نیکیاں کمانے کا موقعہ ملے۔ اس کو بے اُڑانا ناشکری ہے۔ جو شیطان کی تحریک و اغوا سے وقوع میں آتی ہے اور آدمی ناشکری کر کے شیطان کے مشابہ ہو جاتا ہے۔

جو کوئی ہمیشہ سخاوت کرتا ہے۔ اور ایک وقت اس کے پاس نہیں ہوتا۔ تو اللہ کے ہاں امید والے کا محروم جانا خوش نہیں آتا۔ اس محتاج کی قسمت سے اللہ سخیوں کو بھیج دیتا ہے۔ سو اس واسطے اگر تو نہ دے سکے تو نرم اور میٹھے طریقہ سے معذرت کر دے۔ مثلاً یہ کہہ دیا جائے کہ جب خدا ہمیں دیگا انشاء اللہ ہم تمہاری خدمت کریں گے۔ سختی اور بد اخلاقی سے جواب دینے میں اندیشہ ہے کہ کہیں اگلی نیکیاں بھی برباد نہ ہو جائیں۔

بقیہ احادیث الرسول صفحہ ۸ سے آگے

تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو فلاں شخص کی اولاد میں جائے۔ جس نے اونٹ ذبح کیا ہے اور اس کی نجاست (اوجھ) خون اور پوست کو لائے۔ پھر انتظار کرے۔ جب یہ سجدے میں جائے تو ان سب چیزوں کو وہ اس کے شانوں کے درمیان رکھ دے۔ ان میں سے ایک بدبخت (جس کا نام عقبہ بن معیط تھا) اُٹھا (اور ان چیزوں کو لے آیا) اور جب رسول خدا سجدہ میں گئے اُن کے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ رسول اللہ سجدے ہی میں پڑے رہ گئے۔ وہ بدبخت یہ دیکھ کر خوب ہنسے۔ اس قدر ہنسے کہ ہنستے ہنستے ایک دوسرے پر گر گیا۔ پھر ایک شخص حضرت فاطمہؓ کے پاس گیا۔ حضرت فاطمہؓ دوڑتی ہوئی آئیں۔ رسول خدا اسی طرح سجدے میں پڑے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے اوجھ وغیرہ آپ کی پشت سے اٹھا کر پھینک دیا اور کافروں کی طرف متوجہ ہو کر ان کو بُرا بھلا کہا۔ پھر جب رسول خدا نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے یہ دعا کی۔ اے اللہ! تو قریش کو سختی کے ساتھ پکڑ۔ تین مرتبہ آپ نے یہ الفاظ فرمائے۔ آپ کی عادت تھی کہ جب آپ دعا کرتے یا خدا سے کچھ مانگتے تو تین بار ان الفاظ کو کہتے۔ اے اللہ تو عمرو بن سام کو سخت پکڑ۔ اے اللہ تو عتبہ بن ربیعہ کو سختی کے ساتھ پکڑ۔ اے اللہ تو شیبہ بن ربیعہ کو سخت پکڑ۔ اے اللہ تو ولید بن عتبہ امیہ بن خلف عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن الولید کو سخت پکڑ۔ عبداللہ بن مسعودؓ راوی کا بیان ہے کہ خدا کی قسم میں نے ان سب لوگوں کو

(بقیہ محسنۂ کائنات صفحہ ۱۲ سے آگے)

کی والہانہ الفت کا ایک بیّن ثبوت ملتا ہے۔

دوسری دفعہ جب برادرانِ یوسف واپس آئے اور بنیامین ساتھ نہیں تھا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اُن کی معذرت سُنکر فرمایا۔ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ط عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝

"پس صبر ہی بہتر ہے شاید اللہ تعالےٰ
لے آئے اُن سب کو میرے پاس۔
وہی ہے خبردار اور حکمت والا۔"

اس جگہ قرآن مجید نے سیّدنا یعقوب علیہ السلام کے غم و اندوہ کا نہایت مؤثر پیرائے میں اعتراف فرمایا ہے۔ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ۝

"حضرت یعقوبؑ بیٹوں کی طرف سے
مُنہ پھیر کر فرمانے لگے۔ اے افسوس
یوسف پر اور سفید ہوگئیں آنکھیں اُس
کی غم سے۔ وہ اپنے آپ کو اُس وقت
گھونٹ رہے تھے۔"

حضرت یعقوبؑ کی اس قابلِ رحم حالت پر بھی بیٹوں کو ترس نہیں آتا۔ بلکہ وہ اُن کے زخموں پر یوں نمک چھڑکتے ہیں۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۝

(اللہ تعالےٰ کی قسم کھاکر کہنے لگے
کہ تو یوسف کی یاد کو اُس وقت تک
نہیں چھوڑے گا کہ یا تو گھُل جائے
یا بالکل ہلاک ہو جائے۔)

آخری چرکہ جو پسرانِ یعقوب نے اپنے باپ کے دل پر لگایا۔ وہ یہ تھا۔ جب سیّدنا یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ۝

"تحقیق یوسف کی خوشبو میری
مشام جان کو معطر کر رہی ہے۔ اگر
تم مجھ کو بہکا ہُوا نہ کہو۔"

تو اُس وقت بے درد اور اکھڑ مزاج بیٹوں نے نہایت دریدہ دہنی سے یہ الفاظ استعمال کئے۔ "قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ۝

(بولے قسم اللہ کی تُو تو اپنے پُرانے
خبط میں گرفتار ہے)

مگر انہی بیٹوں کے حق میں باپ کا لہجہ سورہ یوسف کے مطالعہ سے خود ملاحظہ فرمایئے ہر سخت کلامی کا جواب نہایت ہی شفقت سے دیتے ہیں۔ اور جب آخر پر اُنہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا ہے تو پیغمبرانہ رحمت سے فرماتے ہیں۔ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

(فرمایا۔ میرے بیٹو۔ ذرا دم لو۔
اپنے رب سے مَیں بخشواؤں گا۔
وہی ہے بخشنے والا مہربان)

والدین کے نافرمان کم از کم والدین کی مخلصانہ محبت پر جو قرآن کریم شہادت دیتا ہے۔ اس کا ہی خیال کریں۔ اور اپنی چند روزہ زندگی کو اپنے بزرگوں کی خدمت میں گزارنے کا ابھی سے عہد کرلیں۔

نوٹ۔ انشاء اللہ آئندہ قسطوں میں پھر ڈرامائی رنگ میں موجودہ معاشرے پر تبصرہ ہوگا۔

مجلس ذکر صفحہ ۸ سے آگے

واسطے سے عرض کرتا ہوں علم اور چیز ہے اور عمل اور چیز۔ مدارس عربیہ میں علماء دین سمجھ کر آتے ہیں۔ دیندار بن کر نہیں آتے۔ دانستن اور چیز ہے اور داشتن اور چیز۔ دار داشتن سے ہے دیندار کے معنی دین را داشتن۔ دیندار بننے اور عملی رنگ پیدا کرنے کے لئے کسی باعمل اور باخدا کی صحبت کی ضرورت ہے جب تک ہمہ رنگ بود اللہ والوں کی صحبت عالم کو نصیب نہ ہو تو اس کے اندر بھی وہی روحانی امراض ہونگے جو ایک بی اے اور جاہل میں ہوں گے۔ مربی کی صحبت میں ان امراض سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ میرے دو مربی ہیں۔ شجرہ میں دائیں طرف والے حضرت دین پوریؒ اللہ تعالےٰ کے جمال اکمل کے مظہر تھے۔ اور بائیں طرف والے حضرت امروٹیؒ اللہ تعالیٰ کے جلال اتم کے مظہر تھے۔ حضرت امروٹیؒ کا ایک خادم تھا۔ جس کا نام تھا حاجی اللہ دِوایا۔ وہ بالکل جاہل تھا۔ اس کا کام تھا مہمانوں کو لنگر سے روٹی لا دینا اور خالی برتن لنگر میں پہنچا دینا۔ حضرت امروٹیؒ کی صحبت میں اس کی اصلاح باطن ہو چکی تھی۔ ایک دن ایک شخص نے حضرتؒ سے شکایت کی کہ حضرت! دارالحفاظ کے لڑکے کھجوریں توڑ کر کھاتے ہیں حضرتؒ نے حاجی اللہ دوایا سے فرمایا۔ اللہ دوایا ان بدمعاشوں کو پکڑ کر لاؤ تو ان کو سزا دوں۔ وہ بے ساختہ کہتا ہے کہ حضرت! سب سے بڑا بدمعاش تو میں ہوں۔ اس نے حضرتؒ کی طبیعت کا رُخ پھیر دیا اور حضرتؒ خاموش ہو گئے۔

یہ ہے اہل اللہ کی صحبت کا اثر۔ اہل اللہ کی نسل آ رہی ہے۔ ان کی صحبت میں رنگ چڑھ جاتا ہے۔ اس کے لیے عقیدت۔ ادب۔ اطاعت کی ضرورت ہے جو اس طرح ان کی صحبت میں رہے وہ جھولیاں بھر کر لے گئے جو ان سے خالی رہے وہ محروم ہی رہے۔ ع

تہیدستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

حضرت دین پوریؒ کا ایک خادم بہت بڑا زمیندار تھا۔ وہ نواب بہاولپور کا دور قریب سے رشتہ دار بھی تھا۔ اس کا نام تھا محمد فاضل خاں۔ حضرتؒ کے پاس محمد فاضل خاں کے ایک ہمسایہ نے آکر شکایت کی کہ محمد فاضل خاں نے میری زمین دبالی ہے اس سے واپس دلا دیجئے۔ حضرتؒ نے محمد فاضل خاں کو بلایا تاکہ اس کا فیصلہ کیا جائے۔ اس نے جواب میں لکھا کہ حضرت! زمین میری نہیں آپ کی ہے مجھے آنے کی ضرورت نہیں۔ جتنی مانگتا ہے دے دیجئے۔ یہ ہے صحبت کا اثر۔ زمیندار چپہ چپہ زمین کے لیے لڑتے اور مرتے ہیں۔ حضرتؒ نے جتنی زمین وہ مانگتا تھا دے دی۔ پھر جن لوگوں نے اس کی موت دیکھی ہے۔ ان کا کہنا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ دشمن کو بھی ایسی موت سے پناہ دے۔

حضرت امروٹیؒ کے ایک خادم نے لنگر کے لیے ان کو کچھ زمین دے دی۔ اس کے انتقال کے بعد اس کے ورثاء نے حضرتؒ سے زمین کا مطالبہ کیا۔ حضرتؒ اندر سے دستاویز لائے اور اس کو جلا کر فرمایا۔ جاؤ لے جاؤ۔ میرا یہی قبضہ تھا۔ ایسوں کی صحبت میں رہے اور رنگ نہ چڑھے یہ نہیں ہو سکتا۔ علمی طور پر علماء اور عملی طور پر صوفیاء حامل دین ہیں۔ بعض حضرات جامع بھی ہوتے ہیں۔ جیسے حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی۔ وہ ظاہر کے فاضل اجل اور باطن کے کامل اکمل ہیں۔ ان سے پہلے حضرت مولانا انور شاہؒ جامع تھے۔ ان سے پہلے حضرت شیخ الہندؒ جامع تھے۔ ان سے پہلے بانئے دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسمؒ جامع تھے۔

اے بینا بیو! تم اندھے ہو تم کیا جانو کہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی کیا ہیں

حضرت دین پوریؒ نے کبھی ایک تقریر نہیں فرمائی۔ مگر ان کی صحبت میں رہنے والوں کو جو ملتی ہے وہ بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔ مولوی حبیب اللہ کے نانا مولانا ابو محمد احمدؒ حضرت گنگوہیؒ سے بیعت تھے ان سے سب اذکار سیکھے تھے اور اس کے بعد ترک کر دیئے تھے۔ وہ ایک دفعہ دین پور شریف گئے۔ ان کا کہنا ہے کہ میں نالہ کے پاس ہی پہنچا تھا کہ سب لطائف کھل گئے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس رنگ کا رنگین بنائے اور میری اور آپ کی شرح صدر ہو جائے۔ تاکہ دین کے کسی معاملہ میں شک نہ رہنے پائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى صَعِدَ الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِيْ يَا بَنِيْ فِهْرٍ يَا بَنِيْ عَدِيٍّ لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ حَتّٰى اجْتَمَعُوْا فَجَعَلَ الرَّجُلُ اِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يَّخْرُجَ اَرْسَلَ رَسُوْلًا لِيَنْظُرَ مَا هُوَ فَجَاءَ اَبُوْ لَهَبٍ وَ قُرَيْشٌ فَقَالَ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَخْبَرْتُكُمْ اَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ مِنْ سَفْحِ هٰذَا الْجَبَلِ وَ فِيْ رِوَايَةٍ اَنَّ خَيْلًا تَخْرُجُ بِالْوَادِيْ تُرِيْدُ اَنْ تُغِيْرَ عَلَيْكُمْ اَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوْا نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقًا قَالَ فَاِنِّيْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ قَالَ اَبُوْ لَهَبٍ تَبًّا لَكَ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ اپنے قریب تر لوگوں کو ڈرا تو نبیؐ کوہ صفا پر پہنچے اور پکارنا شروع کیا اے فہر کی اولاد اے عدی کی اولاد۔ اسی طرح تمام قبائل قریش کو آپؐ نے نام لے لے کر پکارا یہاں تک، کہ سب جمع ہو گئے۔ قاعدہ یہ تھا کہ اگر قبیلہ کا بڑا آدمی کسی وجہ سے خود نہ جا سکتا تھا تو اپنی طرف سے کسی آدمی کو بھیج دیا کرتا تھا۔ غرض ابو لہب اور قریش کے تمام لوگ جمع ہو گئے۔ آپؐ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کے ایک جانب سے ۴۴ اور ایک روایت میں ہے کہ اس جنگل میں سے سوار نکلے ہیں عورتوں پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ تو کیا تم اس کو سچ مان لو گے اور مجھ کو سچا سمجھو گے۔ ان لوگوں نے کہا ہمارے تجربہ میں تم ہمیشہ سچے ثابت ہوئے ہو۔ اس لیئے ہم تمہاری خبر کو درست سمجھیں گے آپؐ نے فرمایا۔ میں تم کو اس سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو تمہارے سامنے ہے۔ ابو لہب نے سن کر کہا تو تباہ و ہلاک ہو گیا۔ اسی لئے تو نے ہم کو جمع کیا تھا۔ اس پر یہ سورہ نازل ہوئی۔ تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ۔ یعنی ابولہب ہلاک ہو اور وہ ہلاک ہوا۔ (بخاری و مسلم)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عِنْدَ الْكَعْبَةِ وَجَمْعُ قُرَيْشٍ فِيْ مَجَالِسِهِمْ اِذْ قَالَ قَائِلٌ اَيُّكُمْ يَقُوْمُ اِلٰى جَزُوْرِ اٰلِ فُلَانٍ فَيَعْمِدُ اِلٰى فَرْثِهَا وَدَمِهَا وَسَلَاهَا ثُمَّ يُمْهِلُهٗ حَتّٰى اِذَا سَجَدَ وَضَعَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَانْبَعَثَ اَشْقَاهُمْ فَلَمَّا سَجَدَ وَضَعَهٗ بَيْنَ كَتِفَيْهِ وَثَبَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا فَضَحِكُوْا حَتّٰى مَالَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنَ الضَّحِكِ فَانْطَلَقَ مُنْطَلِقٌ اِلٰى فَاطِمَةَ فَاَقْبَلَتْ تَسْعٰى وَثَبَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا حَتّٰى اَلْقَتْهُ عَنْهُ وَاَقْبَلَتْ عَلَيْهِمْ تَسُبُّهُمْ فَلَمَّا قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ قَالَ اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ثَلٰثًا وَكَانَ اِذَا دَعَا دَعَا ثَلٰثًا وَاِذَا سَاَلَ سَاَلَ ثَلٰثًا اللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِعَمْرِو بْنِ هِشَامٍ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ وَالْوَلِيْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَاُمَيَّةَ بْنِ خَلَفٍ وَعُقْبَةَ بْنِ اَبِيْ مُعَيْطٍ وَعُمَارَةَ بْنِ الْوَلِيْدِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُهُمْ صَرْعٰى يَوْمَ بَدْرٍ ثُمَّ سُحِبُوْا اِلَى الْقَلِيْبِ قَلِيْبِ بَدْرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُتْبِعَ اَصْحَابُ الْقَلِيْبِ لَعْنَةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

ترجمہ۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے اور قریش کی ایک جماعت کعبہ کے گرد اپنی مجلس کا حلقہ باندھے بیٹھی تھی کہ ناگہاں ایک شخص نے کہا

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

ہفتہ وار خبریں

سیالکوٹ۔ ۲۳ر دسمبر۔ مقبوضہ کشمیر سے موصول شدہ ایک اطلاع مظہر ہے کہ سری نگر کی نام نہاد اسمبلی کے صدر مسٹر جی ایم صادق کے پانچ ساتھیوں نے مقبوضہ کشمیر کے وزیر اعظم بخشی غلام محمد کو قتل کرنے اور ان کی نام نہاد حکومت کو ختم کرنے کا منصوبہ بنا رکھا تھا۔ اس کی تکمیل نہ ہو سکی اور ملزمان کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔

راولپنڈی ۲۸ر دسمبر۔ سلامتی کونسل غالباً جنوری کے تیسرے ہفتہ میں مسئلہ کشمیر پر غور کرے گی۔

کراچی۔ ۲۸ر دسمبر۔ آج یہاں حکومت پاکستان کے ترجمان نے بتایا۔ کہ پنڈت نہرو کے حالیہ دورہ امریکہ سے پاکستان کی امریکی اقتصادی امداد پر کوئی اثر نہیں پڑا۔

کراچی۔ ۲۸ر دسمبر۔ آج یہاں سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ جو لوگ ۳۱ر دسمبر ۱۹۵۶ء سے پہلے ایک سے زائد متروکہ جائدادیں حکومت کے حوالے نہیں کریں گے ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی۔

قاہرہ۔ ۲۳ دسمبر۔ آج قاہرہ ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ نہر سویز صاف کرنے اور ڈوبے ہوئے جہازوں کو نکالنے کا کام فوری طور پر شروع کیا جا رہا ہے۔

نئی دہلی ۲۷ر دسمبر۔ رامپور کے ایک گاؤں نصرت آباد میں فرقہ وارانہ فساد ہوا۔ پولیس نے ہجوم پر گولی چلا کر دو مسلمانوں کو شدید طور پر زخمی کر دیا

جکارتہ۔ ۲۷ر دسمبر۔ آج یہاں حکومت انڈونیشیا کے ایک سرکاری اعلان میں کہا گیا ہے کہ مرکزی فوجوں نے شمالی سماٹرا میں فوجی حکومت کو ختم کر دیا ہے۔

قاہرہ۔ ۲۹ر دسمبر۔ اقوام متحدہ کی ہنگامی پولیس فورس کو جو پورٹ سعید میں اپنا کام مکمل کر چکی ہے۔ اب صحرائے سینا میں منتقل کر دیا ہے۔

انقرہ۔ ۲۹ر دسمبر۔ آج یہاں اعلان کیا گیا ہے کہ ترکی نے قبرص کے مستقبل کے تصفیہ کے لیئے جزیرہ کی تقسیم منظور کر لی ہے۔

عبدالرشید عباسی واہ کینٹ

علمِ اسرارِ دین

(حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ)

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "ہمارے نزدیک حدیثوں کے متعلق تمام فنون میں سے سب سے زیادہ باریک اور گہری بنیاد والا، دُور تک روشنی پہنچانے والا فن اور اسلام کی شریعت کے ساتھ تعلق رکھنے والے تمام علموں میں سب سے اُونچے درجے کا علم وہ ہے جس کا نام ہم "علمِ اِسرارِ دین" رکھتے ہیں۔ اس علم میں اس بات پر بحث ہوتی ہے کہ حدیثوں میں جو حکم دیئے گئے ہیں وہ کیوں دیئے گئے ہیں؟ ان میں کیا کیا حکمتیں ہیں؟ وہ کیا ضرورتیں ہیں۔ جن کی وجہ سے علموں میں درجے پیدا کئے گئے ہیں۔ یعنی کس کو کم ضروری اور کس کو زیادہ ضروری اور کس کو بہت ہی ضروری بنایا گیا ہے۔ اس کے ساتھ اس علم میں اس بات پر بھی بحث ہوتی ہے کہ کسی حکم کے بجا لانے کی جو خاص صورت بیان کی گئی ہے وہی خاص شکل کیوں بتائی گئی ہے۔ نیز اگر کسی عمل یا کام کا کوئی وقت مقرر کیا گیا ہے۔ تو وہ خاص وقت کیوں مقرر کیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک جو عالم لوگ ان باتوں پر غور کر سکیں ان کے لئے اس علم کی طرف دھیان دینا زیادہ ضروری ہے۔ اگر وہ اور علموں کی طرف دھیان نہ دے کر اس کی طرف دھیان دیں تو بہت اچھا ہے۔ ایسے لوگ فرض عبادتیں ادا کرنے کے بعد اپنی زندگی کا بہترین حصہ اس علم کی باتوں پر غور کرنے میں صرف کریں۔ اور مرنے کے بعد کی زندگی میں ترقی کرنے کا اس علم کو ذریعہ بنائیں۔

اس علم کے فائدے۔ یہ وہ علم ہے جس کے مطالعے سے انسان میں بصیرت پیدا ہوتی ہے اور وہ گویا شرعی قانون کی حکمتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔ اس لئے حدیث کے عام علموں کی (جن کا دوسرے اوراق میں ذکر ہے) اس علم۔ علم اسرار دین ـــــ سے وہی نسبت سمجھنی چاہیئے جو شعر پڑھنے والوں کو علم عروض سے ہے۔ کیونکہ علم عروض جانے بغیر انسان شعروں کو اچھی طرح پرکھ نہیں سکتا کہ وہ صحیح ہیں یا غلط اسی طرح حکماء اپنی باتوں کو ثابت کرنے کے لئے دلیلیں دیا کرتے ہیں۔ ان کے سمجھنے کے لئے منطق کے علم کی ضرورت ہے۔ ویسے ہی حدیث کے علموں کو صحیح طور پر اور پورے طور پر سمجھنے کے لئے علم اسرار دین کے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ جو شخص اس علم کا پوری طرح ماہر ہو جائے وہ پھر اندھیری رات میں لکڑیاں جمع کرنے والے کی طرح نہیں ہوتا جو کبھی لکڑی کی جگہ سانپ پر بھی ہاتھ ڈال بیٹھتا ہے۔ نہ وہ سیلاب میں غوطہ لگانے والے کی طرح ہوتا ہے کہ موتی کی تلاش میں اپنی جان بھی کھو بیٹھتا ہے۔ پھر نہ وہ اندھوں کی طرح راہ چلتا ہے۔ نہ اندھیری رات میں اندھی اونٹنی کی سواری کرتا ہے۔ اب وہ اس نیم حکیم کی مانند بھی نہیں ہوتا۔ جو کسی طبیب کو دیکھتا ہے کہ وہ بیمار کو سیب کھانے کا حکم دیتا ہے۔ تو وہ نیم حکیم بھی اندرائن کو سیب کی شکل و صورت پر قیاس کرکے اس کے کھانے کا حکم دے دیتا ہے۔ حالانکہ اندرائن بے حد کڑوا پھل ہے۔ گو قد اور شکل کے لحاظ سے سیب کی مانند ہے۔ اس علم میں مہارت حاصل کر لینے کے بعد مومن اپنے دل کی گہرائی سے شہادت دیتا ہے۔ کہ جو دین خُدا کی طرف سے ملا ہے وہ یقیناً صحیح ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی معتبر آدمی بتائے کہ سنکھیا کھانے سے انسان مر جاتا ہے اور سُننے والا اُسے سچ مان لے۔ (یہ ایک منزل ہے۔) اس کے بعد سنکھئے کی خاصیتوں کی جانچ پڑتال کرنے کے بعد جان لے کہ چونکہ اس میں انتہائی درجے کی گرمی اور خشکی پائی جاتی ہے۔ جو انسان کے مزاج کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے زہر انسان کو ہلاک کرنے والی چیز ہے۔ خاصیتوں کے اس طرح معلوم کر لینے سے اس کے یقین میں ضرور اضافہ ہو جائے گا۔

کیا یہ علم بدعت ہے؟ اس علم کے اصول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں سے ثابت ہیں۔ اور صحابہ اور تابعین نے اس کی ان باتوں کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر طور پر بیان کی تھیں، ذرا کھول کر بیان کر دیا ہے۔ اور آئمۂ مجتہدین غور کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ حکمت اور دانشمندی کی جو باتیں اسلامی قانون میں پائی جاتی ہیں

اسے صحیح اور ضروری مصارف میں خرچ

انہیں قانونی کتابوں کے ہر ایک باب میں بتا دیا ہے۔ ان مجتہدین اماموں کے طریق پر چلنے والے محققین نے بھی حکمت کے بہت سے مسئلے صاف صاف بیان کر دیئے اور اس طرح اس علم کی تحقیق بڑھتی گئی۔ اور جن لوگوں نے اسلام کے بنیادی قانون کو سمجھا اور اس کے ماتحت ضمنی قاعدے بنائے ان کے پاس اس دینی تحقیق کا بہت سا ذخیرہ جمع ہو گیا۔ اب اس علم میں بحث کرنا اللہ کے فضل سے ایسا نہیں کہ کوئی شخص کہہ سکے کہ مسلمانوں کی رائے عامہ اس کے خلاف ہے یا اس علم میں تحقیق کرنے والا اپنے آپ کو اندھیرے میں پائے۔ یہ سب کچھ درست ہونے پر بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس فن پر بہت تھوڑی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اور بہت کم عالم ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے پوری طرح سوچ بچار کرکے اس فن کے بنیادی قاعدے بنائے ہوں۔ اور پھر ان بنیادی قاعدوں سے اصول اور ان سے شاخیں نکالی ہوں یا کسی ایک مصنف نے اس فن پر اتنا کچھ لکھ دیا ہو کہ اس فن کا شوق رکھنے والے طالب علم کی پیاس بجھا سکے۔ اور ایسا ہونا ضرور بھی تھا کیونکہ عربی دُنیا میں ایک مثال مشہور ہے۔ کہ جب تو شیر پر سوار ہوگا تو تیرے پیچھے کون بیٹھے گا؟ پس اس فن پر کچھ لکھنا شیر کی سواری کرنا ہے۔" اگر ہمارے مصنفین اور علماء حضرات اس طرف توجہ فرمائیں تو ایک بہت بڑی کمی کو پُورا کرنے کے مترادف ہوگا۔ نیز مغرب زدہ طبقے کو جو ہر ارشاد و احکام میں کیوں اور کیسے کرنے کا عادی ہے، متاثر کرنے کا ایک بہترین آلہ ثابت ہو۔ ملک کا تعلیم یافتہ طبقہ جب کسی خاص راہ کو اختیار کرتا ہے تو جہلا عوام خود بخود اسے اپنا مسلک سمجھتے اور اُس پر گامزن ہوتے ہیں۔

بقیہ خطبہ جمعہ صفحہ ۱۶ سے آگے

حاصل

یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں سے اللہ تعالےٰ راضی۔ اللہ تعالےٰ کی مخلوق راضی۔ اور بہشت کا داخلہ نصیب ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ ذاتی طور پر مال کا جمع کرنا ضروری ہے کرنے۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷
ایڈیٹر
عبدالمنان چوہان

منظور شدہ محکمہ تعلیم { ۱- لاہور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری 6 / ۱۶۳۲۱ - مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء
۲- پشاور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری C - B - T / ۲۷۳۰ ، ۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

بدل اشتراک
سالانہ ۵ روپے
ششماہی ۳ روپے
فی پرچہ ۲ آنے

